

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نامہ ادمیت



تصنیف لطیف
الرحیم الدیخ آیت اللہ العظمیٰ الامام
النصیر ساحة المساج
المیزان الحسن المازنی
الاحتقانی
دَامَ ظِلُّهُ الْعَالَمِی



سید محمد ابوالحسن الموسوی
المشہدی

پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵
اسلام آباد - پاکستان

دار التبلیغ الجعفریہ



تمثال مبارک حضرت آیت اللہ العظمیٰ احقاقی دام ظلہ العالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نامہ ادمیت

جلد دوم

تصنیف لطیف
السید الدیخ آیۃ اللہ العظمیٰ الاحماد
الصلح سماحۃ الحاج
الحازی
میرزا حسن الاحقانی
دَامَ ظِلُّهُ الْعَالَمِی



ترجمہ
اسید محمد ابوالحسن الموسوی
الشدی

پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵
اسلام آباد - پاکستان

دار التبلیغ الجعفریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لاهلہ والصلوٰۃ علی اہلہا

عرض مترجم

خداوند عالم نے انسانی معاشرے کی اصلاح اور فلاح کے لئے الہی قانون کے ساتھ ان کے نافذ کرنے والے پیغمبر بھی بھیجے۔ جو اپنے اپنے زمانہ میں معاشرے کی اصلاح کرتے رہے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلاتے رہے اس قافلہ انبیاء کے سید و سالار حضرت خاتم انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت رسالت ختم ہوا اور آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔

مگر چونکہ خدا کو انسانوں کی ہدایت اور اصلاح مقصود تھی لہذا ختم نبوت کے بعد ہدایت کے لئے سلسلہ امامت ہے اس مسند مقدس پر سب سے پہلے حضرت امیر المومنین سر اللہ فی العالمین خلیفۃ اللہ فی السموات والارضین علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور آخری تاجدار ولایت مدبر کائنات نقطہ موجودات ہادی برحق غوث اعظم قطب عالم امکان روح جہان ہستی حجت بن العسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں آپ کی غیبت کبریٰ کے دوران وظائف روحانیت چمنستان اہل بیت علیہم السلام کے اشجار نورانی کی خوشہ چینی کرنے والے اور علوم آل رسول کے بحر بیکراں سے آب حیات پینے والے خوش قسمت اور مقدسین مرجعیت تشیع کی مسند پر متمکن ہوئے۔ جو پورے وسائل کے

ساتھ اصلاح احوال اور معاشرے کی فلاح و بہبود اور نشر فضائل نورانیہ میں مصروف ہیں۔

ان عظیم ہستیوں میں مرجع شیعان جہاں رئیس الفقہاء والمجتہدین صدر العلماء والمتکلمین آیت اللہ العظمی الامام المصلح الحاج میرزا حسن الحائری الاحقانی مدظلہ العالی ہیں۔ جو ہمہ تن تعلیمات اسلامیہ معارف الہیہ اور محمد آل محمد علیہم السلام کے مناقب نورانیہ ظاہریہ و باطنیہ مقامات معنویہ کی نشر و اشاعت کے لئے مصروف عمل ہیں اور آپ نے زندگی کی پرتپ راہوں کی رہنمائی کے لئے مادی ظلماتی جہالت کو برطرف کرنے کے لئے علمی و عملی قدیلیں روشن فرمائی ہیں۔ انسانی معاشرے کو ملکوتی معاشرہ بنانے کے لئے نامہ آدمیت کے عنوان سے دو جلدوں میں کتاب تحریر فرمائی۔ اس کے مطالعہ سے قلب انسانی سے مادی کثافتیں دور ہوتی ہیں اور شہباز روحانیت عالم ملکوت، عالم نور و وسعت میں پرواز کرتا ہے ہم نے اس عظیم رسالہ عرفانی و صحیفہ نورانی کا ترجمہ کیا ہے۔ جو آپ کے دست بوس ہے اس سے قبل جز اول کا ترجمہ پیش کر چکے ہیں امید ہے کہ مومنین کرام اس دوسری جلد سے بھی کامل استفادہ کریں گے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

السید محمد ابوالحسن موسوی مشہدی

مدیر اعلیٰ دار التبلیغ الجعفریہ اسلام آباد

باسمہ تعالیٰ

ارباب علم و صاحبان فضل پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ مضامین و مطالب نامہ آدمیت میں ہمارا روئے سخن اور طریقہ تحریر، خواہ جز اول ہو یا پیش نظر جز اور یا وہ جز یا نگارش ہوں جو اس کے بعد زیور لطاعت سے آراستہ ہو کہدیہ کئے جائیں گے۔ ان تمام اجزاء میں مکارم اخلاق ہمارا وہ نشان ہے جس کی سرپلندی قارئین حضرات کو متوجہ کر سکتی ہے۔ اور میں ہر جگہ نسبتاً "علم و حکمت یا طب و بھی خیر یا بعض دوسرے معارف کی نشاندہی کی ہے۔ البتہ مقدمہ کتاب "نامہ آدمیت" میں اخلاقی مقاصد بیان کئے ہیں کیونکہ اخلاق ہی زیور آدمیت ہے اور خداوند کریم نے اپنے رسول مکرّم ﷺ کو خلق عظیم عطا فرمایا ہے۔ مسائل علمیہ و حکمیہ زود فہم انداز میں ہیں اور تحقیقی انداز سے جدا نہیں ہیں۔ اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو محسوس ہو گا کہ یہ تمام مسائل خطبات و مواعظ پر مبنی ہیں کہ جن کو میں نے اپنی مسجد میں جماعت ختم ہونے کے بعد نماز گزاروں میں بیان کیا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام سامعین کرام میں اس قدر استعداد علمی نہیں ہے کہ وہ تقریری صورت میں القاء کئے گئے علوم سے کما حقہ استفادہ کر سکیں۔ اگر زیادہ دقیق صورت پیدا ہو جائے تو پھر سامعین کرام اکتا جاتے ہیں بنا بریں مضامین کو کس قدر منظم صورت میں مرتب کیا ہے تاکہ تسلسل برقرار رہے اور افادیت مرتب ہو۔ ایسا نہ ہو کہ صرف خواص یعنی کہ اہل علم صف خود استفادہ کریں بلکہ عوام بھی بقدر استعداد علمیہ مستفیض ہوں۔

میں نے اس کتاب یعنی "نامہ آدمیت" میں احادیث اور حکایات یا اس قبیل کی چیزوں سے گریز کی ہے۔ ورنہ کتاب ضخیم ہو جاتی حالانکہ میرے پیش

نظر اختصار خوب تر ہے میں نے اس کتاب میں بعض اخبار (احادیث) اور قصہ اور مناسب اشعار کو بھی جگہ دی ہے تاکہ قارئین کتاب کی دلچسپی برقرار رہے اور وہ دوران مطالعہ تکان محسوس نہ کرے البتہ اہل منبر اس قسم کی چیزوں سے مالا مال ہیں اور یہی چیزیں ان کی مقبولیت کی ضامن ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾

ترجمہ: قسم ہے وقت عصر کی۔ یقیناً انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور وہ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

گزشتہ زمانوں اور زمانہ حاضر کی قسم۔ دھرو زمان کی قسم۔ ہنگام عصر اور بعد ہنگام ظہر کی قسم (تاویلاً "نماز عصر مراد ہے) کہ جس کی قسم کھائی ہے) کہ یہ عظیم المرتبہ قسم ہے انسان کی زندگی کا ہر لمحہ، دقیقہ، گھڑی، و ساعت جب گزرتی ہے تو انسان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے پھر واپس نہیں ہوتی۔ اور رفتہ رفتہ انسان موت کے قریب پہنچتا رہتا ہے وہ انسان گھائے میں ہے یعنی کہ آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے کہ جو بدرجہ کمال ایمان دار نہیں ہے اور اعمال حسنہ اس کے پاس نہیں ہیں پس صاحبان ایمان کامل اور اعمال صالحہ سے جن کے نامہ اعمال آراستہ ہیں وہی آخرت میں فائز المرام ہیں۔

آزمیت

یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ علمی و فنی و سیاسی طریقے اس زمانہ میں عجیب عجیب نظارے پیش کر رہے ہیں جس سے حیرت و دہشت غالب آتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان مادی ترقی کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ ماہرین فلکیات دہشت ناک انداز میں بڑی تیزی کے ساتھ آسمانوں کی دوری اور گہرائیوں کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔ اور ریاضی داں اشخاص امید و بیم کے عالم میں بڑی دور بینوں کے ذریعہ مطالعہ فلکیات کر کے خود لرزاں ہیں۔

ماہرین طبعت اور کیمیا داں لوگ اور علمائے طبعت چونکہ اس امر کا تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ ان وسائل تک رسائی ہو سکے کہ جو اہل دنیا کی ہلاکت کا موجب ہیں اور صحت مند و مفید صحت ادویات کی جستجو میں مشغول ہیں کہ جو مریض کے لئے مسیحاتی کام کریں۔ بہر کیف انسان بعنوان اصلاحی طور پر ترقی کرنے میں گامزن نظر آ رہا ہے طرح طرح کی خوردبین ایجاد ہو رہی ہیں کہ جن سے ذرہ سے بھی چھوٹی چیز نظر آ سکے۔ اور قسم قسم کی مشینیں اور کمینیکل اوزار ایجاد ہو رہے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور اس قسم کی اور بھی چیزیں ہیں کہ جو دسترس بشر میں ہیں۔ ایٹمی مواد اور ہائیڈروجن کی تابکاری وغیرہ دسترس انسان میں ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ، نگاہ انسانی میں نظر آتا ہے خوردبین کا دور دورہ ہے دنیا میں ان تمام چیزوں کا شہرہ بام فلک تک پہنچا ہوا ہے غوطہ خور، دریاؤں کی گہرائیاں ماپ رہے ہیں سمندروں میں جہاز رواں ہیں اور سمندروں کی تہ سے قیمتی بحری چیزیں نکالی جا رہی ہیں۔ ہوا پیا، تمام فضاء عالم بالا میں پھیلے ہوئے ہیں ابلیس و شیاطین سے بھی بازی لے گئے ہیں اور ہوائی جہاز ہوا میں اڑ رہے ہیں اور دوسری

طرف ارباب سیاست ایسی سیاست کو ہوا دے رہے ہیں کہ جس میں تخریب کاری کے جراثیم موجود ہیں اپنے مد مقابل کو سیاسی طور پر شکست دینا ایک تجارتی مشغلہ بن گیا ہے حد یہ ہے کہ بعض مکاتیب مذہب بھی اس قسم کی نمائش سے کام لیتے ہیں کہ جو سیاست سے کم تر نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ مذہبی درسگاہیں بھی سیاست میں ملوث نظر آتی ہیں اور عظمت بزرگوار کو فراموش کر دیا ہے دنیاوی طاقت ہی کو طاقت تصور کیا جاتا ہے حالانکہ ہر طرح کی طاقت خداوند عالم ہی کو حاصل ہے۔ مذکورہ ترقی خیز امور کی انجام دہی لوگوں کے لئے جاذب نظر ہے اور تماشہ دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتی ہے اور آنکھوں میں خیرہ گی پیدا کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اس ترقی میں کامیاب ہونے والے لوگوں نے عظمت خالق کو فراموش کر دیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ اگرچہ یہ تمام صنعتیں اور نمائشیں اگرچہ عادت انسان سے بالاتر ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ حیرت بخش ہیں اور بتدریج ان کا حاصل کرنا آسان اور سہل تر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ درجہ کمال تک یہ ترقی مقام حاصل کرے۔ اور انسانوں میں سے لائق و قابل افراد تعلیمی لحاظ سے ترقی کناں نظر آئیں۔ چنانچہ میرا مشاہدہ ہے کہ روز بروز سائنس دان ایجادات میں پیش پیش ہیں اور ایسے افراد اپنی زندگی کے آخری ایام میں استاد زمانہ کہلا سکیں گے اور جدید ترین ایجادات کا درس دیں گے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اور اوصیائے برگزیدہ علیم السلام دنیا میں گزرے ہیں اور اکثر و بیشتر علماء و حکماء نے جامعہ بشر میں ظہور فرمایا ہے اور ان سب بزرگان دینی نے اس قسم صبر و شکیبائی، حلم و بردباری نیکی و مہربانی، الفت و محبت، احساس یاور، مختلف طریقوں سے درس دیا ہے اور کیسے آدمیت سنوارے ہیں۔ صغریٰ سے لے کے تاجد شعور و ادراک تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیئے ہیں تاکہ

انسان جو کہ اشرف کائنات ہے بہر حال لباس آدمیت سے آراستہ رہے اور اس کے ساتھ سب ہی مقدس ہستیوں نے خدا شناسی کی دعوت دی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی کو پہچانا جائے کیونکہ یہی غایت تخلیق انسان ہے۔ انسان سے متعلق جملہ امور حسنہ کو ہم نامہ آدمیت قرار دیتے ہیں اور ان سب معلمین حضرات نے کلمہ آدمیت کا درس دیا ہے تاکہ ہر ایک شخص صفات آدمیت سے متصف ہو۔ لیکن پھر بھی آدمی نے درس آدمیت سے استفادہ نہیں کیا۔ اور اپنے نفس کو نہیں پہچانا کہ وہ افضل ترین مخلوق ہے اور نتیجتاً ہر ایک شخص ایسے امور سے دور ہے کہ جو انسان پہلے باعث زینت ہیں سینکڑوں میل کا سفر طے کرنے کے بعد بھی مشکل سے کسی جگہ کوئی ایسا شخص نظر آئے گا کہ جس میں تمام قوائے معنوی انسانیت استوار ہوں اور وہ آدمی کملانے کا سزاوار ہو۔ اور وہ بیش بہا جواہر انسانیت سے اپنی ذاتی حقیقی انسانیت کو آراستہ کرتا ہو۔ اور ہاں آدمی کمال سہولت کے ساتھ فلکی و آسمانی طبیب، مهندس، (ہندسہ دان) خصلتوں کا جاننے والا، سیاست دان۔ بلیارڈر، پادری، اور مجتہد، شیخ، پیر، مرشد، خطیب، واعظ۔ پہلوان جسمانی و روحانی کاموں کا ماہر یہ سب کچھ بن سکتا ہے مگر آدمی ہونا اس پر سخت دشوار ہے۔ خواہشات کا پیرو، شہوات نفس امارہ کا عادی۔ ہفت خوان رستم سے بھی زیادہ زور آور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لقی !!! یعنی کہ دشمن قوی پر غلبہ پانا جہاد اصغر ہے اور جہاد اکبر یعنی اپنے نفس سے جنگ کرنا یعنی کہ خواہشات نفسانی سے اجتناب کرنا اور ان کو ترک کرنا جہاد اکبر ہے۔ اور تمام لحاظ سے برق اور بخار (بھاپ) کا مختصر۔ حضرت عیسیٰؑ کے سائے خم ہوا۔ اور ایٹم ایجاد کرنے والا باب العلم پر سجدہ ریز نظر آتا ہے چونکہ وہ آدم کو پہچانتے ہیں یعنی کہ آدمیت کی قدر و منزلت جانتے ہیں اور

اعتراف کرتے ہیں کہ مقام آدمیت بلند و بالا ہے امام عالی مقام نے فرمایا ہے
 نحن الناس، وشیعتنا اشباہ الناس و باقی الناس نسانس ہم آدمی ہیں یعنی کہ
 آدمیت کے درجہ کمال پر ہیں اور ہمارے شیعہ، صورت، شکل میں انسان ہیں
 یعنی کہ اطوار آدمیت رکھتے ہیں اور باقی تمام اشخاص نسانس ہیں۔ اسلام کے
 ابتدائی زمانہ میں مکتب آدمیت اصل میں مواعظ نبویؐ اور کتاب آدمیت
 کتاب اللہ (قرآن مجید) تھا۔ اور اس مکتب الہیہ کا دور۔ تقریباً تیس سالہ
 ہے اس دور میں یعنی کہ آدمیت کے تمام گوشوں کو نوریت آدمیت سے منور
 کیا گیا ہے یہ وہ دور نبوت آنحضرتؐ ہے کہ جو وحی الہی سے ملا ہوا ہے۔ اس
 دور علمی و نبویؐ میں صرف حضرت علیؑ نحن الناس، میں فرد اول ہیں اور چند
 نفس (اشخاص) مثل سلمانؓ و ابوذر اور وہ چند افراد کہ جن سے اہل ایمان
 واقف و آگاہ ہیں اور ان کی معرفت لیتے ہیں وہ اشباہ آدم ہیں یعنی کہ اطوار و
 عادات آدمیت سے آراستہ ہیں اور پھر وہ لوگ کہ جو ولایت حضرت
 امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے قائل و معتقدین ہیں وہ اشباہ الناس ہیں۔
 یہاں تک کہ خلفائے اسلام کہ جنہوں نے نص خدا و رسولؐ کے خلاف اجتماع
 سے کام لیا اور خود مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور مسلمانوں کے سربراہ قرار
 دیئے گئے۔ ان مراحل آدمیت سے کوسوں دور ہیں ہم ان کے حالات کو
 تواریخ اسلام پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں بنا بریں واقعات کی نشاندہی سے
 اعراض کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہوا اس کی صرف یہی ایک وجہ ہے کہ ان
 کی استعداد ایمان کامل نہ تھی ورنہ وہ خلیفہ منصوب من اللہ کے مد مقابل نہ
 ہوتے حالانکہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ کہنے والے نے کہا کہ اگر علیؑ نہ
 ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ پس آدم ہونا (یعنی کہ آدمیت کے درجہ کمال پر
 فائز ہونا) ہر کس و نا کس کا کام نہیں ہے انسان کا ریاضت یعنی نفس کشی کرنا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ گھر بار چھوڑ کر صحراؤں میں زندگی بسر کرنا۔ یا خانقاہوں پر زندگی بسر کرنا۔ خدا و رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے بلکہ ریاضت یہی ہے کہ احکام الہی و رسول خداؐ کے مطابق عمل کرنا۔ اور اپنی خواہشات کو حدود شریعت میں محصور رکھنا اور یہی آدمیت ہے کہ انسان اخلاق کریمانہ حاصل کرے اور درندگی، اور حیوانیت سے دور رہے۔ صفات انسانی سے متصف رہنا سیکھے۔ اس وقت وہ انسان اپنے آدمی ہونے پر فخر کر سکتا ہے مقام فخر و مباہات اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب وہ دوسروں کے مقابلہ زیور آدمیت پورا پورا آراستہ ہو۔

شرف مرد بچود است و کرامت بہ بچود

ہر کہ این ہر دو ندارد عدش بہ زوجود

ہر ایک شخص (آدمی) کا شرف اس کا جود ہے یعنی کہ بخشش و سخاوت باعث شرف ہے اور بزرگی، بارگاہ خداوندی میں سجدہ کنال ہونے میں ہے اگر کسی شخص میں یہ دونوں چیزیں یعنی کہ بخشش و سخاوت اور سرسجود ہونا نہیں ہے تو اس کا معدوم ہونا اس کے موجود ہونے سے کہیں بہتر و برتر ہے۔ ہاں اگر خدا اور رسولؐ پر ایمان ہے اور اعمال نیک ہیں تو اس شخص کے لئے نقصان اخروی کا خدشہ نہیں ہے آدمی کا سرمایہ (پونجی) اس کی عمر گراں بہا ہے اور اگر انسان نے اپنی عمریوں ہی گنوا دی کہ خدا شناس اور پیروی نبیؐ و امام نہ کی تو عاقبت بکھر نہیں ہے حیات ابدی اس سے مربوط ہے کہ حیات عارضی میں عقیدہ و عمل دونوں ارشادات ائمہ معصومین کے تحت استوار ہوں تو اس کی آخرت باعث راحت دائمی ہے۔

زندگی جاویدان

بسم الله الرحمن الرحيم

آیت: والعصر ○ ان الانسان لفلح خسر ○ الا الذين امنوا وعملوا

الصالحات وتواصوا بالحق ۵ وتواصوا بالصبر ○ (پ ۳۰)

یہ چیز نہایت روشن اور واضح و مسلم ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے نقاط زمین پر ہوا مخصوص ہے جو موجب حیات ہے لیکن چونکہ خط ہائے ارضی ہیں تفاوت پایا جاتا ہے بنا بریں ایک خطہ ارضی کے باشندگان کے اطوار زندگی دوسرے طبقہ کے لوگوں کے طریقوں سے مختلف ہیں اور یہ تفاوت فطری !!! دوسرے ملک میں وہ فطری و طبعی طور پر محسوس کرے گا کہ ایک ملک دوسرے ملک کے لئے مختلف ہیں۔ ہماری زمین (یعنی کرہ ارض) جہان ہستی کے ساتھ بمنزلہ شہری نہیں ہے اور مقابلہ اکثر کرہ ہائے آسمانی کے مقابلہ میں ایک گاؤں کی مانند ہے بلکہ اس طرح جیسے گاؤں میں مکان ہو کہ جو کسی شمار میں نہیں آتا۔ کرہ ارض پر جو تغیرات ہیں وہ آب و ہوا کی وجہ سے معرض وجود میں آئے ہیں اور یہ تمام چیزیں مشاہدات میں سے ہیں۔ فطری طور پر یعنی کہ طبعاً "دو سیاروں کے درمیان یعنی کہ زمین و مریخ، یا زہرہ و عطارد، یا مشتری و زحل کم و بیش درمیان کشاکش تھا" شدید تر ہو گا چاند کہ جو دوسرے ہم سے زیادہ نزدیک ہے اور فاصلہ ہمارے اور اس کے درمیان بمطابق اندازہ فاصلہ منازل ایک حد تک ہے کہ جو حساب میں نہیں آ سکتا یعنی کہ وہ حساب و شمار سے باہر ہے بلکہ چاند زمین کے مقابلہ میں کم تر ہے بلکہ چاند زمین کا طفیلی ہے بلکہ بچہ ہے کہ جو اس مادر (یعنی کرہ ارض) کی آغوش میں ہے اور یا ایک محلہ ہے اس شہر کا کہ جو روشن ہے۔ یعنی روشنی کی جگہ ہے

بعض سائنس دانوں نے چاند تک پہنچنے کی سعی کی ہے اور کچھ وسائل تلاش کئے ہیں کہ چاند تک پہنچ سکیں بلکہ ماہرین فلکیات نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ ایک نہ ایک دن چاند کی سطح پر وارد ہوں گے۔ لیکن پھر بھی اس قسم کے خیالات و نظریات فاسد ہیں تو پھر یہ سعی وجہ افتخار کیونکر ہے؟ آخر ایسا کیوں ہے کہ اپنی اس کاوش پر ناز کیا جائے جبکہ انسان چاند کی ہوا سے بھی بے خبر ہے اور پوری طرح چاند کی آب و ہوا سے نابلد ہے اور نہیں جانتا کہ عملاً جو سامان مہیا کیا ہے کہ سفر چاند طے کر سکے گا یا نہیں آیا وہ سامان کافی ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے بدیر یا زود تر اس مسافرت کا کامل ترین علم حاصل ہو جائے اور پھر لوگوں کو چاند پر سفر کرنے کی دعوت دی جائے۔ اور یہ بھی کوئی بعید از قیاس امر نہیں ہے کہ سیارہ گان کی ہوا سے آگہی حاصل ہو جائے اور مسافرت آسمانی آسان ہو جائے۔ اس ضمن میں آکسیجن وغیرہ سے مدد لی جا رہی ہے دیکھئے کب اور کیوں کر کامیابی ہوتی ہے۔

آپ ایک مرد اور ایک عورت کو ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں انسان ہیں اور دونوں کی ساخت جداگانہ ہے۔ حرارت بدن اور تمام شخصیت ہستی دونوں ایک ہیں یعنی کہ دونوں بشر ہیں پھر صلب پدر کہ جس میں مادہ منویہ تیرتا ہے اور وہ جب رحم مادر میں قرار پاتا ہے اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس جگہ مناسب زندگی پاسکے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند لمحوں میں غیر موثر ہو جاتا ہے اور فاسد ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک دو ماہ تک وہ رحم مادر میں مستقر رہے تو وہ رحم مادر میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے بلکہ رحم کے اندر زندگی کے آثار رفتہ رفتہ پیدا ہوتے ہیں

لہذا جب یہ کتاب لکھی گئی اس وقت انسان چاند پر جانے کی تیاری کر رہا تھا اب تو وہ چاند کی سیر بھی کر چکا ہے۔ مترجم

پھر یہاں تک کہ وہ تکمیل بدنی کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اپنے ماں باپ کی تربیت کے تحت دنیا میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ آخر کار ہمیں بلا شک و شبہ ایک اور سفر درپیش رہتا ہے وہ بہت طولانی ہے خواستہ و نخواستہ سفر گزارنا پڑے گا یعنی وہ سفر آخرت ہے کہ جو سب کے ساتھ مربوط ہے خدا تعالیٰ کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ ہر ایک نفس ذاتقہ موت چکھے گا۔ اور جب وقت موت آتا ہے تو اس میں کمی و بیشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ موت آجائے۔ لہذا ہمارا فرض اولین ہے کہ اس سفر آخرت کے لئے زاد راہ سفر مہیا کریں اور وہ زاد راہ عقیدہ حق اور اعمال حسنہ ہیں کہ جن کے سہارے انجام بخیر ہو گا اور پھر ہمیں ابدی زندگی گزارنے کے لئے فردوس بریں میں جگہ ملے گی۔

روئے زمین پر وسائل سیاحت اور فضائے عالم میں پرواز کرنا علاوہ ازیں اور بھی اسباب سفر ہیں کہ جو سب کے سب مادی ہیں لیکن زاد راہ سفر آخرت میں جن اسباب کو مدخلیت حاصل ہے وہ سب کے سب معنوی ہیں اور ایک حقیقت رکھتے ہیں جو آخرت میں کام آئیں گے۔ انبیاء و مرسلینؑ کو جو اس عالم معنوی سے آگاہی رکھتے ہیں اور ان کا یہ علم منجانب خداوند عالم ہے جو کہ بطور وحی عطا کیا گیا ہے اور انبیاء مرسلینؑ میں سے چند ہستیاں ایسی ہیں کہ جن کو خدا نے کتاب و صحف عطا کئے ہیں اور ان میں بعنوان آدمیت کیسویں آدمی سنوارنے کے طور و طریق بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ انبیاء و مرسلینؑ کی بعثت کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے آدمیت برقرار رکھے تاکہ آخرت میں آدمیت کام آئے۔ حقیقت میں انبیاء مرسلینؑ جو آدمی کی روحانی و مادی زندگی کو زیور آدمیت سے سنوارنے کے لئے بھیجے گئے ہیں یہ ذوات مقدسہ استاد و عالم آخرت ہیں اور خصوصاً حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپؐ کی کتاب (قرآن) اکمل، آپؐ کی تعلیم کامل اور جامع امور زندگی مردم ہے اور آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں بشیر و نذیر ہیں اور آپ کے اہل بیت طاہرین علیم السلام جو کہ آپ ﷺ کے خلفائے برحق ہیں یعنی حضرت

علی ابن ابی طالبؑ اور فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد طاہرہ میں گیارہ امام جو منصوص من اللہ و من الرسول ہیں۔ دراصل پوری نوع انسان کے لئے ہادی و معلم ہیں اور ان کا علم موہبتی ہے خدا کا عطا کردہ ہے بدون کسی واسطے کے پس ہماری خوش بختی اسی میں ہے اور راحت دائمی اسی میں ہے کہ ہم ائمہ طاہرین علیہم السلام کی راہنمائی میں پُر خطر سفر آخرت تمام کریں۔ کیونکہ بغیر ائمہ معصومین کی راہنمائی کے دنیا کی سرحد کو پار کرنا اور آخرت کی منزل میں داخل ہونا ضروری ہے اور دنیا سے عالم آخرت جانے کے لئے موت یقینی شے ہے۔ انسان از خود جانا پسند نہیں کرتا۔ لیکن یہ نظام خداوندی ہے کہ جب خدا چاہے تو مجبوراً دنیا چھوڑنی پڑتی ہے اور عالم برزخ کا سفر کرنا پڑتا ہے گروہ در گروہ کہ بوجہ تعلیمات و رہبرئی رہبران عالم سامان مہیا کرتے ہیں لیکن سرحد دنیا سے گزرنا پڑتا ہے اور برق و نور بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ اس عالم کی طرف جاتے ہیں بعض ایسے خوش بخت بھی ہیں کہ جو جذبہ ایمانی و عشق اخروی سے سرشار ہیں اور اس دارا التکلیف کو چھوڑنا پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی آخرت ان کے اعمال حسنہ سے آراستہ ہوتی ہے اور ان کی دنیا آدمیت سے آراستہ ہوتی ہے، وہ اس طرح آخرت کو پسند کرتے ہیں کہ جیسے سرشام پرندے اپنے اپنے آشیائے کی طرف پرواز کرتے ہیں اور برخلاف دوسرے گروہ کے کہ جو نئاس میں سے ہے۔ وہ چونکہ دنیا کو عزیز رکھتا ہے اور خود سرانہ طور پر کسب دنیا میں مشغول رہتے ہیں اور آخرت مہیا نہیں کرتے اور آخر عمر پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ لقمہ اجل بن جاتے ہیں اور ان کی آخرت ان کے لئے تاریک ہوتی ہے اور وہ عذاب دردناک سے دوچار ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہی سمجھتے ہیں کہ زندگانی دنیا ہی تک محدود ہے۔ آخرت کا تصور بھی نہیں کرتے۔ (اگرچہ ان کو بھی یہ معلوم ہے کہ موت ضرور آئے گی خواہ انسان کسی جگہ چھپا ہوا ہو)

ہوا میں پرواز کرنے والے یعنی مسافران ہوائی جہاز یہ تصور کرتے ہیں

کہ ہم بہت زیادہ بلندی پر پرواز کر رہے ہیں اگر کوئی حادثہ درپیش ہو جائے تو مسافرانِ جہاز چھتری کے ذریعہ زمین پر سلامتی کے ساتھ اتر آتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف جو لوگ چھتری استعمال نہ کریں تو ان کا جو انجام ہوتا ہے وہ انتہائی غم انگیز اور تاسف خیز ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ سفر آخرت میں انبیاء و مرسلین کی اطاعت اور ان کی تعلیمات کا سہارا ہر ایک انسان کے لئے وجہ سفر آخرت ہے۔ اس لئے ایمان و عمل صالح ☆ یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ نفع و سعادت اخروی کا موجب ہیں اور دنیا کی عارضی زندگی کے بعد دائمی زندگی میں آرام و استاحت کا باعث ہیں چنانچہ ہر ایک انسان کو چاہئے کہ سفر آخرت پیش نظر رکھے۔

☆ اصول دین پر اعتقادات کے بعد۔ فروغ دین پر عمل کرنا لابدی و ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ ولایت و امامت آل محمد علیہم السلام پر ایمان ہونا واجب ہے کیونکہ ولایت اہل بیت طاہرین کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہے۔ ولایت آل محمد علیہم السلام بعد از مرگ، ہر ایک منزل آخرت میں مددگار ہوتی ہے یہاں تک کہ مرنے والا نجات پائے اور دنیا میں رہتے ہوئے دوبارہ عامہ مخلوقات نیکی اختیار کرنا ضروری ہے اور ایسی نیکی سے آدمیت مربوط ہے۔ ورنہ اگر یہ نیکی نہیں ہے تو پھر دنیا میں آدمی آدمیت سے خالی ہے۔ ولایت اولیاء تمام نیکیوں سے افضل ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خصلتان لیس فوقهما من البرین الایمان باللہ والنفع لعباد اللہ۔ یعنی کہ انسان میں یہ دو خصلتیں ہونی چاہئیں ایک یہ کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ کے بندوں کو نفع پہنچانا مد نظر ہو۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ الایمان ثم صلہ الرحم۔ یعنی محبوب ترین عمل، از اعمال انسانی یہ ہے کہ خدا پر ایمان ہو اور آپس میں صلہ رحم کرتا ہو پس اگر اس کے برعکس عمل ہے تو وہ آدمیت سے خارج ہے۔

ترکیہ نفس

آیت: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ وَ اُولُو الْعِلْمِ قَاۡمًا بِاَلْقَٰطِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (سورة ال عمران آیت ۱۸)

ترجمہ: ضرور خدا اور فرشتوں اور علم والوں نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں ہے اور وہ خدا عدل و انصاف کے ساتھ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور (وہی ہر چیز پر) غالب (اور) دانا ہے۔

انسان کا اولین فریضہ خدا شناسی ہے یعنی کہ اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے اول الدین معرفتہ کہ دین کی ابتداء خدا کی معرفت ہے۔ اور خداوند عالم کی معرفت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی کائنات و مخلوقات پر غور و خوض کرے۔ آفاق و انفس میں غور کرے اور یہ سوچے کہ بغیر خالق یہ کائنات عدم سے منصفہ شہود پر نہیں آسکتی۔ ارشاد ہوا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ تمام کائنات جہان اکبر ہے اور نفس انسان جہاں اصغر ہے اور دونوں پر غور کرنا خداوند عالم کی خالقیت کا اقرار کرنا ہے اور چونکہ صرف خدا ہی خالق ہے پس توحید اقرار الوہیت میں مضمر۔ قرآن میں وارد ہوا ہے مَا اَشْهَدُ تَمَّ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ (سورة الکہف آیت ۵۱) میں نے تو زمین و آسمان پیدا کرنے کے وقت ان کو مدد کے لئے بلایا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت۔ بس وہ لوگ یعنی کہ حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تخلیق آسمان و زمین کے وقت شاہد نہ تھا۔ لہذا وہ لوگ کہ جو شاہد نہیں بنائے گئے مراحل

حقیقت سے بے بلد ہیں اور حقیقت سے دور ہیں۔

مدارج بزرگان دین کی معرفت بد منازل سیر و سلوک انبیاء و مرسلینؑ و اولیاء طاہرین کی معرفت حاصل کرنا۔ تملکہ معرفت کی دلیل ہے۔ اور راہ معرفت میں قدم رکھنا بلند ترین ایجاد قدم ہے یعنی کہ معرفت خیالات میں گم ہو جانا کہ جہاں آئینہ صفات ربوبی اور تجلیات (روشن) غیبی کا جلوہ ہے (شم دنی فتنی فکان) قاب قوسین و ادنیٰ اور رموز عبودیت و قدرت سے آگہی کا حصول ہے اور یہ وہ منزل کہ جہاں انسان کو حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا

جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

حضرت سید الموحدین امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں۔ یا سلمانؑ و یا جندب معرفتی بالنورانیہ معرفت اللہ و معرفت اللہ معرفتی بالنورانیہ (۱) کہ اے سلمان اور جندب میری معرفت۔ نورانی خدا کی معرفت ہے اور یہ درجہ معرفت متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے ہے کیونکہ صاحبان تقویٰ و طہارت ہی یہ معرفت حاصل کر سکتے ہیں (من عرف نفسه فقد عرف

۱۔ یعنی کہ اگر صنعت (مصنوع) ہر جہت سے کامل تر ہے تو وہ مانع کے کمال کو ظاہر کرتی ہے اور وہ مظہر کمال مانع ہے حضرت امیر المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کامل ترین خالق اور قدرت پروردگار کا مظہر میں اس لحاظ سے امیر المومنین کی معرفت معرفت خداوند تعالیٰ ہے لہذا جس نے حضرت امیر المومنین کی معرفت حاصل کی اس نے خدا کی معرفت حاصل کی (اور چونکہ معرفت خدا اور رسول ﷺ اور معرفت علیؑ مربوط ہیں۔ پس امیر المومنین کی معرفت گویا خدا اور رسول ﷺ کی معرفت ہے)۔

رہے) جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے ان اگر کم عند اللہ اتقکم (سورۃ الحجرات آیت ۱۳) اس میں شک نہیں خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہے البتہ جب تک خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں معرفت کامل نہ ہو اور عمل و عبادات میں تقویٰ (پرہیزگاری) نہ ہو اصلی معرفت میسر نہیں ہو سکتی۔ اور اسلام کے ابتدائی دور میں کہ جس دور کو صدر اسلام سے تعبیر دی جاتی ہے۔ معرفت خداوند تعالیٰ اور حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کی معرفت، جناب سلمانؓ کو حاصل تھی اور حسب مراتب آپ کے بعد جناب ابوذرؓ، عمارؓ، مقدادؓ، رضوان اللہ علیہم کو یہ معرفت حاصل ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جو زہد و تقویٰ کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ اور اسی قسم کی معرفت بالتقویٰ اور چند حضرات کو حاصل تھی جس کے نتیجہ میں وہ لوگ صراط مستقیم پر فائز تھے۔ مذکورہ چاروں اشخاص بعد رحلت حضرت رسول خدا (ص) جناب امیرالمومنین علیؓ ابن ابی طالب کے خلیفہ برحق ہونے پر ثابت قدم رہے اگرچہ اس وقت شور و غوغا ہو رہا تھا مگر ان چاروں حضرات نے تقدیس خلافت حقہ کو برقرار رکھا اور اس تاریک شور و غوغا میں شمع نور حق کو گل نہ ہونے دیا اور جاہ طلب لوگوں میں نور حق کی ضیا باری ہوتی رہی اور تشخص خلافت علیؓ برقرار رہا یہ بھی بدیہی چیز ہے کہ تقویٰ، اور معرفت خدا اور رسول ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ میثمؓ تمارؓ، رشیدؓ ہجریؓ، جابرؓ و ہشامؓ اور اکثر اصحاب خاص کر جنہیں حضرت امیرالمومنین سے قرب حاصل تھا۔ اسی پاکیزہ گروہ سے مروط ہیں۔

اور ہاں یہ امر ممکن نہیں کہ ہر فاسق و فاجر کو تقرب خدا حاصل ہو جائے کیونکہ معرفت و تقرب خدا کے لئے تقویٰ شرط اول ہے جیسا کہ انبیاء کو تقرب خدا حاصل ہے۔ وہ ان کے تقویٰ کی بدولت ہے۔ جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ کو عقل اور منطق کی وجہ سے پہچانا ہے اور خداوند تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا ہے۔ لیکن مقام محبت و عشق اور تقویٰ تک نہیں پہنچے ہیں۔ وہ عقیدہ و عمل میں ثابت قدم نہیں ہیں۔ واقعی صرف وہی شخص ہو سکتا ہے کہ ازراہ عقیدہ عمل و ثابت و استوار ہے اور حق کو چشم ظاہر سے نہیں بلکہ چشم بصیرت سے دیکھا ہے اور اس نے اپنے نفس کی اصلاح کی ہے اور اس کا شمار واصل بالحق میں ہو گا اور وہی شخص دنیا میں باطل پرستی اور نفس پرستی سے دور ہے اور یہی چیز حقیقت آدمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس پر ناموس جہان اکبر روشن ہو جاتا ہے اور وہ اپنے نفس کی معرفت کے ساتھ نور احدیت کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ ہی عارف خدا کہلانے کا سزاوار ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے پاک و صاف آئینہ میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اسی طرح آئینہ ولایت مرتضوی میں عرفانیات ایزدی کا جلوہ نظر آتا ہے بس جو شخص اپنے تقویٰ کے ساتھ عارف امام ہے وہ خدا کے نزدیک مکرم و بزرگ ہے بروش آدمیت خواہشات نفسانی سے زیادہ گراں تر کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ ضخیم ترین پردے۔ جو آدمیت اور حقائق کے درمیان واقع ہیں وہ خواہشات نفسانی ہیں کہ جن کو نفس امارہ سے تعبیر دی گئی ہے۔ کیونکہ نفس امارہ ہی ایک ایسا حصار ہے کہ جس میں آدمیت اپنے صاحب یعنی کہ آدمی کے ساتھ محصور ہے۔ پس نفس امارہ نے گویا کہ آدمیت کو قید خانہ میں محصور کر دیا ہے آدمی اگر اپنے آپ کو ان چیزوں سے باز رکھنے میں استوار ہے تو گویا اس نے نفس امارہ کے زندان کو ویران کر دیا ہے اور اس نے آدمیت

کے خدوخال کو تابندہ کر دیا ہے اور اس کی ضیاء باری (عمل) سے وہ عام لوگوں میں ممتاز نظر آتا ہے۔

ہاں مرد مومن کی نورانیت اپنے مقام پر جلوہ فگن ہوتی ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے اور اس کی جلوہ گری آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ روشنی رکھتی ہے۔ اور ستاروں سے زیادہ منزلت رکھتی ہے یہ آفتاب اور اس کے ہم قطار ستارے جو کہ کھکشاں میں ہیں کہ جن کی تعداد لاکھوں تک ہو تو بعید از حقیقت نہیں ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ کھکشاں کا دور (یعنی کہ گردش) ایک مرتبہ اس کا ایک رخ ہمارے سورج سے ہزار بار بغیر کسی استثنا کے بزرگ تر ہے اور نورانیت میں بہت زیادہ قومی ہے لیکن پھر بھی اس کی روشنی کی حدود متعین ہیں کہ جن سے کھکشاں اپنے مراحل سے تجاوز نہیں کرتی۔ اور اس کی نورانیت کی سرحدیں اس محیط عمیق میں بے اثر ہیں لیکن اثر نور مومن، تمام آسمانوں تک بلکہ ان سے بھی بلند تر مقامات تک اور عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ نور مومن، اخلاق پاکیزہ، اعمال حسنہ، اور صحیح وسالم عبادتوں کے اثر سے مربوط ہے اور یہ اثر عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور اس کے اعمال حسنہ میں مثل ثوابت و سیارات عالم کون و مکان میں نور افشانی کرتے ہیں اور یہ ہی آثار عبادت، عمل عالم آخرت میں مجسم ہوں گے اور ایک عجیب نورانیت کے ساتھ داخل بہشت بریں ہوں گے۔ (نور مجسم - سعی بین ایدہم و بایما نھم یقولون رننا اتم لنا نورنا و اغفر لنا انک علی کل شئی قدر ○) (سورہ التحریم آیت ۸) یعنی کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف (روشنی کرتا) چل رہا ہو گا اور لوگ یہ دعا کرتے ہوں گے پروردگار ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے۔ اور ہمیں بخش دے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ان لوگوں کی قبریں ان کے اعمال حسنہ کی بدولت کہ جو استواری ایمان کی دلیل ہیں روشن ہوں گیں مثلاً مومن کی نماز کہ اول وقت با شرائط معنیہ ادا کی جائے تو وہ بطرف آسمان بلند ہوئی اور ملکوت علیا میں قرار پکڑتی ہے۔ دارالکائنات لیبہ مشرق کی طرف سفیدی کہتی ہے: حفظتہ حفظک اللہ یعنی کہ تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے۔ دعائے مومن بجانب عرش بلند ہوتی ہے کہ جو بلند ترین مقام ہے وہاں اور قبول ہوتی ہے یعنی کہ مومن کی دعا کا اثر آسمانوں سے گزرتا ہوا اور لاکھوں ستاروں اور سیاروں سے گزرتا ہوا قبولیت دعا کی جگہ پہنچتا ہے کہ نور آفتاب آسمانوں کے دوسرے نور ہار آفتاب بھی وہاں تک اثر انداز نہیں ہوتے مگر اثر دعا انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ محیر العقول طریقہ پر عالم تجرود پر پہنچ جاتا ہے اور یہ سرعت (یعنی کہ اثر دعا کا محیر العقول طور پر مقام استجاب دعا پر پہنچا) تعجب کو بھی بے اثر کر دیتی ہے۔ بد اعمالیاں معصیتیں اور حدود الہی کو توڑنا یہ سب چیزیں فی الحقیقت نفس امارہ کی پیروی کا نتیجہ ہیں۔ (اللھم اغفر لی الذنوب التی تجتس الدعاء) پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے کہ جس دعا کا موجب ہیں۔

قابل توجہ

معرفت حق اور قبولیت دعا کے لئے قلب (دل) کا پاک و صاف ہونا شرط اول ہے کیونکہ صفائے باطن ایسی شے ہے کہ اس میں توحید و عرفان خدا کا جلوہ اور مودۃ اہل بیتؑ طاہرین کی ایمان افروز ضیا باری ہوتی ہے پس ہر ایک مولائی اور شیعہ علیؑ کو چاہئے کہ صفات رزلیہ سے اپنے دل کو صاف رکھے تاکہ دعا مستجاب ہو ورنہ قلب معصیت زدہ کی دعا جس ہو جاتی ہے۔

سہ موجود نامحدود یا سہ کتاب مبین

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ

تین موجود (یعنی کہ تین چیزیں) کہ جن سے خدائے بزرگ و برتر کی حکمت ظاہر ہوتی ہے تین عجیب کتابیں کہ جو دلیل تحیر و سرگشگی ہیں (یعنی کہ جنہیں دیکھ کر انسان حیران و ششدر ہو جاتا ہے) تین علامات (نشان) قدرت پروردگار عالم میں کہ جنہیں دیکھ کر اس کی خلافت کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قادر و خالق ہے تین کتابیں کہ جن سے قلم ارادہ خداوند عالم یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ سمیع و بصیر ہے تین موجودات ایسے ہیں کہ جن کے جمال زیبائش کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ تین کتابیں کہ جن کے مطالعہ میں انسان انتہائی طور پر حیران و ششدر ہوتا ہے۔

تین زرنگار موجودات، و تین کتب گر افقر کہ خداوند تعالیٰ نے ان میں اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر فرمایا ہے کہ مطالعہ کرنے والے خدا کے وجود کے قائل ہوں اور انکار نہ کر سکیں تینوں موجود (چیزیں) آپس میں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ ایک دوسرے کی مفسر ہیں۔ وہ تین چیزیں کہ اولاً "ذات پروردگار عالم ہے کہ جس نے خلق فرمایا ہے اور وہ خود ہی ان کی حقیقت و اقیعہ کا عالم ہے۔ تین کتابیں کہ جن کے رموز و حقائق سے کتب ازل (یعنی خداوند تعالیٰ) مطلع ہے۔ تین عالم گیر موجود (چیزیں) اور تین کتب بے

نظیر حسب ذیل ہیں۔

(۱) کتاب آفاق	(۲) کتاب صامت	(۳) کتاب ناطق
جہان تکوینی	قرآن مجید	امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب

کتاب ایک ایسی شے ہے کہ جو علم و معرفت و کمال کاتب کو ظاہر کرتی ہے اگرچہ کتاب فصیح تر، بلیغ تر اور ندرت خیز ہے لیکن پھر بھی زیادہ تر یہ کمالات صفات و مذکور کاتب ازل کی طرف رائج ہیں۔

خداوند بزرگ و برتر نے اپنی قدرت و طاقت و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ تینوں مذکورہ کتب منصہ شہود پر ثبت فرمائی ہیں کتاب تدوینی (قرآن مجید) کتاب تکوینی کہ جس کی دو قسمیں ہیں آفاقی (جہاں ہستی) اور انفسی ☆ (یعنی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب)

☆ انفس، صرف آپ کا وجود مقدس ہی نہیں ہے بلکہ تمام نفوس تکوینی کو محیط کئے ہوئے ہے فردا فردا حتیٰ کہ درختوں کے پتے بھی کتاب انفس شمار ہوتے ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر در قش دفتر ہی معرفت کردگار

اور خصوصاً نفوس بشری کہ جو حجتہ اللہ اور نمونہ عالم اکسیر ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے از عم الم

کتاب آفاق یا جہان تکوین

انسانوں میں سے ہر ایک انسان اپنے اندازے کے مطابق اور اپنی معرفت کے اعتبار سے اور یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو اندازے کا شعور نہیں رکھتے کتاب آفاق کی قطار در قطار سے آگاہی رکھتے ہیں۔ اور اس کی اقسام پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ فلکی امور کے جاننے والے جو دور بین آشنا ہیں آلات دور بینی سے اپنی رصد گاہ میں کتاب آفاق کے مطالعہ میں مشغول ہیں اور اپنے اپنے ذہن کے مطابق ایجادات کر رہے ہیں۔ اور جو معلومات فراہم کر رہے ہیں ان میں روز افزوں ترقی نمایاں ہو رہی ہے اور ایک نہ ایک نئی چیز مشاہدہ میں آرہی ہے کہ جسے وہ لوگ شائع کرتے رہتے ہیں کہ عوام کو بھی آگاہی حاصل ہو۔ ان لوگوں کی یہ ذہنی رسائی اور دور بین حیرت زدہ کر رہی ہے ستاروں کے فاصلہ اور ثوابت و ستارہ گان کی کیفیئتیں بڑی تیزی کے ساتھ رونما ہو رہی ہیں اور اس کتاب آفاق یا جہاں تکوین کی لامحدود روشنی کی کرنیں نگاہ تجسس کے سامنے تابندہ ہیں۔

جب کبھی یہ سرعت (کلمح البصر) نہ تھی فضائی موجودات کی آگاہی پوشیدہ تھی تو جب ایجادات مفصّہ شہود پر آئیں فلکی رصد گاہیں قائم ہوئیں اور معلومات بہم ہونے لگیں۔ صمّح الذی القن کل شیء (سورة النمل آیت ۸۸) (یعنی کہ خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے۔) کہ رموز تخلیق کائنات پوشیدہ ہیں اور یہ رموز کبھی

ظاہر نہ ہوں گے بلکہ صفات لامحدود انسانی احاطہ مطالعہ سے باہر ہیں۔

کتاب صامت یا قرآن مجید

یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ ہر ایک صنعت (یعنی ہنر) کے رموز صرف صانع یعنی اس ہنر کے جاننے والے پر منکشف ہوتے ہیں دوسروں پر نہیں۔ البتہ بعدہ کہ جب صنعت وجود پذیر ہو جائے تو دوسروں پر بھی اس کا انکشاف ہوتا ہے اور پھر اس کی مانند صنعت بلکہ کامل تر مارکیٹ میں آجاتی ہے چنانچہ تمام اقسام کی صنعتیں جو کہ کشتی کی قسم سے متعلق ہیں جو پانی پر رواں دواں ہیں، ہوا پیم، جو فضاء عالم میں پرواز کرتے ہیں اور طرح بہ طرح کی مشینیں اور نوع بہ نوع کارخانہ جات، اور بہت سے وسائل زندگی ایسے ہیں کہ جو روز بروز ترقی پذیر ہیں یعنی کہ ان میں آئے دن ترقی پذیر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور پایہ تکمیل کو صنعت پہنچ جاتی ہے۔

اسی طرح صرف و نحو سے متعلق علوم و معارف کا حال ہے اور یہی صورت فقہ اصول کی ہے منطق و حکمت حساب و ہندسہ، طب و اجزاء دوا، معرفۃ النفس اسرار کون و مکان کہ جو اگلوں کی مرہون تحقیق ہیں آئندہ ہاتھوں کے ذریعہ پایہ تکامل کو پہنچتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک صنعت دست بدست ترقی پذیر ہے۔ لیکن سوائے قرآن مجید کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب ہے منزل من اللہ ہے اور اس کتاب مقدس نے تمام دوسری کتب آسمانی کو جو آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں۔ منسوخ کر دیا ہے اور اس وقت تک قرآن مجید کو منسوخ کرنے والی کوئی دوسری کتاب نہیں ہے نہ ہوگی بلکہ قرآن مجید قیامت تک باقی رہنے والا ہے یعنی کہ جس طرح آنحضرت آخری نبی ﷺ ہیں اسی طرح آپ کی کتاب (قرآن) آخری کتاب ہے۔

خداوند عالم نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید سے متعلق رموز و مقطعات اپنے علم عین ذاتیہ سے متعلق قرار دیئے ہیں بایں وجہ تمام علماء اور عرفاء اور اہل دانش و قرآن فہمی کے وقت سرگرداں و حیران نظر آتے ہیں اور یہ رموز قرآنی چونکہ بذریعہ آیات و سورت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں اور یہی رموز روح قرآن ہیں عام مخلوق کی دسترس سے باہر ہیں۔ قرآن ایک ایسی کتاب مقدس ہے کہ جس میں نقطہ کے برابر بھی نقص نہیں ہے۔ ہر جہت سے کامل ہے۔ معنی و حکایات، اشارات، محکم و متشابہ سب کچھ اس میں موجود ہے اور ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کامل ہے۔ لیکن تاویل آیات و احکام صرف ان ذوات مقدسہ سے متعلق ہیں کہ جن کو خود خداوند عالم نے قرآن تعلیم فرمایا ہے۔ بنا بریں تاویل آیات کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (سورۃ ال عمران آیت ۷) یعنی کہ ان لوگوں کے سوا جو علم میں بلند پایہ ہیں ان کا حقیقی مطلب کوئی نہیں جانتا۔ علاوہ ازیں تمام فصحاء عرب قرآن کا مثل لانے میں عاجز رہے کوئی اس کا مثل نہیں بنا سکا یہ وہ قرآنی اعجاز ہے کہ جو زمانہ آنحضرت ﷺ میں بھی برقرار تھا اور آج بھی برقرار ہے اور قیامت تک برقرار رہے گا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے قل لمن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون مثله ولوکان معظم بعض ظمیراً ○ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸) ”یعنی کہ اے رسول ﷺ تم کہہ دو کہ اگر سارے دنیا جہان کے آدمی اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو نا ممکن ہے اس کے برابر نہیں لا سکتے اگرچہ اس کوشش میں تمام جن و انس آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

قرآن ناطق یا امیر المومنین

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس قرآن ناطق (یعنی کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی مدح کرنے کا حوصلہ بھی نہیں پڑتا۔ قرآن صامت اور قرآن ناطق میں صرف یہی فرق تو ہے کہ اگر قرآن صامت بولنے لگے تو قرآن ناطق ہے اور اگر قرآن ناطق خاموش ہو جائے تو قرآن صامت ہے۔ حقیقت علمیہ دونوں کی ایک ہے یعنی کہ واحد ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ (اے علی۔ نہیں پہچانا تم کو کسی نے مگر میں نے اور اللہ نے) آیہ کبریٰ اور بناء عظیم کے متعلق کچھ فضائل بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ سمندر میں سے ایک قطرہ پانی پیش کیا جائے پس جو کچھ آنجناب ﷺ کے بارے میں تحریر کیا جائے وہ ہرگز مبالغہ نہیں ہے بلکہ کم تر ہے جو امیر المومنین کی عظمت و حکومت کے متعلق کیا جائے آپ کے اس کلام (سلونی قبل ان تفقدونی) سے خدائے ذوالجلال والا کرام کی عظمت ظاہر کرتی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو عالم اکبر کا مدیر قرار دیا ہے علم کلی عطا فرمایا ہے۔ آپ اس جہان تکوین پر احاطہ رکھتے ہیں اور اس آیہ مبارکہ قل کفی باللہ شہیدا بنی و ینکم و من عنده علم الکتاب ☆ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے فرمایا اے رسول ﷺ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے

☆ (۱) یا خود آنجناب کے اس ارشاد گرامی قدر سے واضح ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے نزدھونا (نزولنا) عن الربوبیتہ و قولوا اینما شتم و ان تصلوا (و اے عسی ان تقولوا) یعنی کہ ہم نہ خدا ہیں اور نہ ہی شریک خدا نہ وکیل خدا ہیں کہ خدا نے ہمیں امور کائنات تفویض کر دیئے ہوں۔ ہم تو بغیر اس کے ارادے اور امر کے کچھ نہیں کرتے۔ اس کا ارادہ ہمارا ارادہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں (اولم نزد و لتفندنا عندنا)

درمیان میری رسالت کی گواہی کے لئے خدا اور وہ شخص کافی ہے کہ جس کے پاس آسمانی کتاب (قرآن) کا علم ہے یعنی تمام حقائق و حقائق قرآن (کتاب اللہ تفسیر و تاویل، ظاہر، باطن، قرآن کا علم ہے اور یہ علم کا خزانہ کہ جس میں پوری کائنات مضمر ہے اس کے پاس ہے پس جو کچھ علم اس کتاب تدوینی و تکوینی میں ہے وہ کتاب انفسی میں ہے یعنی کہ سینہ امام مبین علی ابن ابی طالب میں علیہ السلام ہے۔ و نفس اللہ القائمة فیہ بالسنن و رب طرق علمی خود خدا نے فراہم کیا ہے۔ ☆

حضرت امیر المومنین کا نطق، بصیرت و باصرہ، اور گوش شنواء کے بارے میں یہی کہنا اور سمجھنا کافی ہے کہ آپ عین اللہ، لسان اللہ اذن ولہیۃ ہیں اور تمام چیزیں بحد یقین آپ کے علم و نگاہ میں ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے لو کشف الغطاء لاذقہ یقیناً کہ اگر میری نگاہ سے پردے اٹھ جائیں تب بھی میرے یقین زیادہ نہ ہو گا۔ یعنی کہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ذات علی ابن ابی طالب یقیناً کل ہے جس طرح کہ آپ ایمان کل ہیں حدیث نبوی ﷺ برزالا ایمان کلہ الی الکفر کلہ شاہد ہے چونکہ آپ مظہر صفات خداوند عالم میں لہذا عدل و کرم شجاعت رفعت و عظمت مہربانی و کرم بے پایاں ہیں۔

مختصراً یہ ہے کہ ذات علی ابن ابی طالب مظہر العجائب، والغرائب ہے اور معجزات و کرامات سے آراستہ ہے۔ آپ کے آثار ظاہری میں امامت داخل ہے کہ خدا نے ان کو وارث امامت ابراہیمی بنایا ہے چونکہ آپ تمام کائنات کے امام و راہ نما ہیں مشکل کشا ہیں پس آپ حجتہ اللہ ہیں اور بعد از آنحضرت ﷺ تمام انبیاء و اوصیاء اولیاء سے افضل ہیں ارشاد فرمایا ہے

☆ (۲) آخر کار۔ کلمہ سلونی وہی شخص اپنی زبان سے ادا کرنے کا سزاوار ہے کہ جو سیرو و سلوک لاہوتی سے آشنا ہے۔

نحن صنائع الله و المخلوق بعد صنائع لنا ہاں جہان عقل و دانش کے آسمان کی
 تابش و تاب و ضیا۔ آفتاب ولایت علیؑ ابن ابی طالب سے ہے افق آدمیت
 اس تاب و تابش خورشید امامت کے کب متحمل ہو سکتے ہیں۔ خدائے قدوس
 قابل حمد و ثنائے بے پایان ہے کہ اس نے ایسی ارفع و اعلیٰ صاحب انوار
 ولایت ذات کو خلق فرمایا کہ جس میں خود تجلی صفات الہیہ ہیں۔ سبحان ربی
 العظیم و بحمدہ

ایمان و یقین

تمام علمائے اخلاق خواہ وہ مکتب فکر شرقیہ سے وابستہ ہوں یا مکتب فکر غربیہ سے متعلق ہوں اس امر پر متفق ہیں کہ ہر ایک شخص کو صفات حسنہ کا آئینہ دار ہونا چاہئے۔ چنانچہ سب ہی اس کی اصلاح کے لئے تحریر و تقریر کے ذریعہ کوشاں رہتے ہیں حکماء کی ایک جماعت اس کی بہبود و فلاح کے لئے سوچتی رہتی ہے کہ انسان کی زندگی میں عدل و تقویٰ پر بیز گاری مہرانی و سخاوت میں ہم آہنگی علم و عمل و مساوات باہمی استوار ہو، اور اسلام بھی انہی چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ آدمی میں آدمیت کے آثار پائے جائیں کہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس قسم کی سوچ انسان کی خوش بختی کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وجود ایمان و یقین انسان کے لئے ایک پائیدار خوشگوار صفت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان و یقین ہر ایک شخص کے لئے اس کی ایک صفت ہے جس قدر صفت اس قدر بھی اس قدر موصوف (انسان) نگاہ خلاق میں معزز و ممتاز مقصور ہو گا۔ ایمان و یقین ہی سے انسانی زندگی پر وقار اخلاق میں پاکیزگی اور معنوی شجر آدمیت میں بہار آتی ہے ایمان وجودی اعتبار سے عدل کی نگہبانی کرتا ہے۔ دانائی اور عقل میں اضافہ کرتا ہے۔ اور ایسا طاقتور ہے کہ ہر عمل بد کی پاداش (بدلہ) دیتا ہے۔ بہر کیف ایمان چونکہ یقین کے ساتھ مزوج ہے ایمان و یقین دونوں ہی آدمیت کا نشان ہیں۔ اور بغیر ایمان و یقین کے کوئی انسان اپنی راہ و منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ اسی

طرح سیرو سلوک روحانی کے لئے یقین و ایمان یقینی چیز میں خواہ انسانی کسی خلوت کدہ میں ہو اگر اسے یہ یقین ہے کہ کوئی دیکھنے والا موجود ہے تو وہ اس جگہ کسی غلط عمل کا مرتکب نہیں ہو گا۔ نہ مرتکب ہوتا ہے خداوند عالم ہر جگہ حاضر و ناظر ہے پس پھر ارتکاب ہونا عدم ایمان و یقین کی نشانی ہے جو باشعور مجرم ہیں وہ بغیر شک جرم و معصیت و تباہی کو ارتکاب عمل کے وقت پسند کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی دوسرا اس پر مطلع نہ ہو سکے۔ البتہ تمام احتیاطیں ارتکاب بھی مترادف گناہ ہیں لیکن پھر بھی انسان عمل بد کے ارتکاب کے وقت ان پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ کہ ضعیف ترین مقامات یقین میں سے ہے اور خدائے تعالیٰ پر یقین رہتا ہے یہاں تک کہ وہ عمل بد کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ عزت و ذلت حیات و موت سب کچھ خدائے تعالیٰ کے

اختیار میں ہے لیکن وہ ذات اقدس عادل ہے اور ظلم کا اس سے کوئی فعل ظاہر نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر ایک شخص کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔

پس انسان وہی انسان ہے کہ جو علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین پر عامل ہو۔ ایمان و یقین میں سے خوف خدا عفت و حیا وجود میں آئی ہیں۔ جو کہ ہر ایک شخص کے لئے زیبائش آدمیت ہیں مقصد یہ ہے کہ بغیر ایمان و یقین کہ جس سے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی۔ ہرگز آراستہ نہیں ہو سکتا پس ہر آدمی کو ایمان و یقین حاصل کرنا چاہیے جو تعلیمات محمد و آل محمد علیہم السلام سے حاصل ہوتا ہے۔ دل میں احساس ہو چشم بینا ہو تو اس کے لئے دین اسلام میں ہر صفت آدمیت تابندہ نظر آئے گی۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ علم الیقین بھی امور زندگانی میں معتبر ہے لیکن علم الیقین سے قوی تر عین الیقین ہے اور ان دونوں سے حق الیقین افضل و برتر ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خداوند عالم کسی کو ذلت و خواری نہیں دیتا بلکہ اس کے اعمال زشت

خود ہی موجب ذلت ہوتے ہیں خداوند عالم کی طرف خیر ہی خیر منسوب ہو سکتا ہے ارشاد فرمایا ہے قل اللهم مالک الملك توتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدک الخير انک علی کل شی قدیر ○ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶) یہ دعا مانگو کہ اے خداوند تو تمام عالم کا مالک ہے۔ تو ہی جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے جسے چاہے ذلت دے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر ایک شے پر قادر ہے یعنی کہ خدا تعالیٰ کا ہر ایک کام صحیح و درست اور توانا ہے۔

خداوند عالم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ظلم کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ نہ ہی ظلم کو پسند کرتا ہے۔ وہ تو ہر ایک ظالم کو اس کے عمل کی سزا دے گا اگرچہ قادر ہونے کا یہی مطلب ہے کہ اس کا ہر فعل عدالت پر مبنی ہے۔ اور یہی صفت ایسی ہے کہ جو آدمی کو آدمی بنا دیتی ہے۔ اور صفت عدل ایک ایسی صفت ہے کہ جو پیغمبر خدا ﷺ اور امام برحق میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناطقہ قدسیہ ہیں اور امام مگران عمل ہیں یعنی کہ ہر ایک عمل انسان اولاً "امام العصر (ع) کے سامنے پیش ہوتا ہے اور بعدہ وہ صحیفہ اعمال کے دفتر میں جمع ہوتا ہے اور زمین و آسمان دونوں ہر ایک انسان کے عمل کو مضبوط کرتے ہیں یہ اشارہ ہے اس طرف کہ زمین بھی گواہی دیتی ہے کہ یہ عمل ہوا اور یہ سب کچھ حضرت احادیث کی طرف سے ہے کہ بندوں پر اتمام حجت ہو جائے اور میدان حشر میں کوئی اپنے عمل کی بابت انکار نہ کر سکے۔ پس خوش بخت ہے وہ شخص کہ جس کے اعمال سے خدا راضی ہو اور ایسا ہی شخص آدمی کہلانے کا مستحق ہے آدمیت، حقیقت میں اس بات کہ انسان حق و باطل کو پہچانتا ہوں۔ حق سے قولی ہو اور

باطل سے بیزار عبادت بھی زیور آدمیت ہے لیکن حضرت امیر المومنین نے فرمایا اللہ ماعبد تک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولكن رایہ تک اهلاً للعبادة فبعد تک یعنی کہ اے خدا میں تیری عبادت تیرے جہنم کے خوف سے نہیں کرتا اور اے اللہ میں تیری عبادت بہشت برین کی امید میں نہیں کرتا کہ یہ تاجرانہ عبادت ہے جہنم کے خوف سے عبادت نہیں کرتا بلکہ میں عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ تو لائق عبادت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت حقیقی وہی ہے کہ جو آل محمد علیہم السلام کے لئے ہے۔ انسان کے ہر کام کا بدلہ خود اسی کے لئے ہے ارشاد ہوا ہے

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا (سورۃ بنی اسرائیل نمبر ۷) اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنے فائدہ کے لئے کرو گے۔ اور اگر تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے لئے مقصد ہے کہ ہر ایک انسان کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا۔ پس آدمیت اس میں ہے کہ انسان اعمال حسنہ بجالا ہے۔۔۔۔ اور اس کی یہ مثال ہے کہ جیسے انسان کسی کنوئیں میں، یا گنبد کے تحت کوئی آواز دے تو وہی آواز پلٹ کر سنتا ہے پس اعمال نیک و بد اسی طرح میدان حشر میں عامل کے سامنے ہوں گے۔

ذکر

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

(سورة الرعد آیت نمبر ۲۸)

ترجمہ :- (اور) وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا۔ ان کے دلوں کو ذکر خدا سے (یاد خدا سے) تسلی یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ سوائے ذکر خدائے تعالیٰ قلب انسان کے لئے کوئی شے وجہ اطمینان نہیں ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے دل کو سکون معنوی حاصل ہوتا ہے اور یہی چیز الا بذکر اللہ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ کے تحت مطلوب آدمیت ہے۔ تفصیل آدمیت کے لئے ذکر خدا لازمی ضروری ہے ہاں ہر ایک شخص دنیاوی زندگی گزارنے میں ہر اس شے سے محبت کرتا ہے کہ جو اس کی زندگی میں مدد معاون ہو اصل میں اس قسم کی محبت و عشق زندگی کا موجب نہیں ہے بلکہ یہ تو خسارہ حیات ہے کیونکہ ہر ایک شے فانی ہے لہذا غیر فانی شے سے محبت مستقر و مدام ہے نہ کہ فانی چیزوں سے محبت کی جائے ظاہر ہے کہ جب انسان زندگی گزارتا ہے تو دوران زندگی ایسے منازل بھی آتے ہیں کہ جو اس کے لئے روح فرسا ہوتے ہیں۔ اور اس کو مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پس ہر حالت میں ذکر خداوند عالم وظیفہ آدمیت ہے کہ مصیبت زدہ کو اطمینان میسر ہو اور زندگی کی بے کیف صورت ختم ہو سخت ترین مرحلہ۔ وقت مرگ ہے کہ انسان جس وقت حیات و موت کی کشمکش میں ہوتا ہے ہر سانس سختی کے عالم میں گزرتا ہے ماحول تلخ معلوم ہوتا ہے اگر اس وقت جب کہ ذکر کیا جا چکا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ سے سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے اگر کوئی شخص ایمان لاتا

ہے اپنے دل کو ذکر خدا سے مطمئن کرتا ہے تو یقیناً ذکر خدا سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ قلب معنوی، یا نفس ناطقہ، یا عقل انسان یہ تینوں چیزیں عالم تجردات (عالم تجرد) سے ہیں ان کو مادیات سے رغبت نہیں ہوتی اور یہ بوسیلہ مادی شے مطمئن نہیں ہوتے خداوند عالم نے انسان کو دنیا میں اس لئے خلق فرمایا ہے کہ وہ دنیا کی سیر کرے اور کائنات کے ذریعہ خداوند عالم کی معرفت حاصل کرے نہ کہ اس لئے کہ وہ دنیا کی مادی چیزوں میں مبتلا ہو جائے اور اس کا قلب ذکر خدا سے خالی ہو۔ اگرچہ اکثریت اس طرف متوجہ نہیں ہے لیکن اطمینان قلب مرہون منت ذکر خداوند عالم ہے بہر کیف ذکر خدا سے غافل رہنا آدمیت کے منافی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ○

(سورۃ الذریت آیت نمبر ۵۶) یعنی کہ میں نے جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں پس ہر ایک شخص کا یہی فریضہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے معصیت سے اجتناب کرے کہ وہ منافی عبادت ہے۔ اور ذکر خدائے تعالیٰ کی حفاظت کرے ایسا ہو کہ جب بیدار ہو اور دانگی حیات کا عالم ہو تو اس کو پچھتانا پڑے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ○ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹) بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا۔ اور ہم ہی تو اس کے محافظ بھی ہیں قرآن مجید اور احادیث معصومین میں ذکر مختلف معنی ہیں وارد ہوا ہے پولس بن عبد الرحمن نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کیا ہے کہ حينئذ عن المشيئة ولا رادة ولقد ر والقضاء والا مضاء ؟ اراده قدر وقضاء اور امضاء کے متعلق سوال کیا تو حضرت نے فرمایا کیا تم مشیت کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا تو فرمایا کہ مشیت ذکر خدا ہے تو حضرت نے ارشاد فرمایا تعلم ما المشيئة قال لا قال هي الذكر الاول۔ ذکر آنحضرت

ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن میں وارد ہوا ہے
 قد انزل اللہ الیکم ذکراً ○ رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ الخ (سورۃ الطلاق آیت
 نمبر ۱۰ — ۱۱) یعنی کہ خدائے تعالیٰ تمہارے پاس (اپنی) یاد (قرآن) اور اپنا
 رسول بنا کر بھیج دیا ہے پس ذکر اسم مبارک آنحضرت ﷺ ہے ایک
 دوسرے مقام پر قرآن میں ارشاد ہوا ہے وانہ لذكر لک ولقوک (سورۃ
 الزخرف آیت نمبر ۴۳) یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے
 نصیحت ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له
 لحافظون ○ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹) ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو
 اس کے نگہبان بھی ہیں، خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا ومن یستش عن ذکر
 الرحمن لقیض له شیطاناً فہولہ قرن اور جو شخص خدا کی یاد سے اندھا ہے ہم
 نے (گویا خود) اس کے واسطے شیطان مقرر کر دیتے ہیں اس جگہ ذکر سے
 حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی
 کرتا ہے مقصر ہے تو گویا شیطان اس کے قریب ہے اور وہ بصارت رکھتے
 ہوئے گویا بے بصارت ہے چنانچہ تفسیر میں وارد ہوا ہے وانہ (علیؑ) لذكر لک
 ولقوک فسوف تسئلون عن ولایتہ یعنی کہ بے شک یہ قرآن (یہاں علیؑ ابن
 ابی طالبؑ کی ذات اقدس مراد ہے) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے
 نصیحت ہے اس لئے کہ حشر میں ولایت امیر المومنین علیؑ کے متعلق سوال کیا

جائے گا آیا علیؑ کو ولی مانا یا نہیں؟ پس خوش بخت ہے وہ شخص کہ جو آپ کو
 امیر المومنینؑ اور ولی حق مانتا ہے اور جس قدر اقسام ذکر خدا ہیں یا ذکر رسول
 ﷺ ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور کسی جگہ اعتراض نہیں کرتا
 ہے۔ ایک جگہ قرآن میں وارد ہوا ہے انما المومنین الذین اذا ذکر اللہ وجلت
 قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زاد حقہم ایماناً وعلی رحمہم یتوکلون ○ (سورۃ

الانفال آیت نمبر ۲) سچے ایماندار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں۔

ایک قسم کا ذکر یہ بھی ہے کہ انسان کامل اپنے قول و عمل اور احساس باطنیہ سے یاد خدا میں مشغول رہتا ہے۔ گویا اس کے دل میں جلوہ خدا ہے اور یہاں کامل انسان سے ائمہ معصومین مراد ہیں جن کے اول حضرت علیؑ ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہے مارایت شیا الا ورایت اللہ معہ او قبل یعنی کہ میں نے ہر شے میں خدا کا جلوہ دیکھا ہے کہ ہر شے مخلوق ہونے کی صورت میں اپنے خالق واحد کو بتلاتی ہے کیونکہ مخلوق بغیر خالق اثر بغیر موثر ظاہر نہیں ہوتا پس کائنات وجود خدا پر شاہد ہے گویا کہ کائنات کے ساتھ چشم بصیرت خدا کا دیدار کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں معرفت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہے تو وہ یقیناً یاد خدا میں غفلت نہیں کر سکتا پس حضرت امیر المومنین ہی مبدع توجہ ذکر خدائے تعالیٰ ہیں۔ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر خدا کا ذکر ہے) الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم ویتفکرون فی خالق السموات والارض رینا ما خلقت هذا باطلا" سبحک تقنا عذاب النار ○ (سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱) یعنی کہ قدرت خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے

کروٹ لیتے ہیں غرض کہ ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں زمین کی بناوٹ میں غور و فکر کرتے ہیں اور بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ خداوند تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں کیا ہے تو فعل عبث سے یاد پاکیزہ ہے یہ آیات ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ جو نماز شب پڑھا کرتے ہیں اور چونکہ ائمہ معصومین سے زیادہ نماز گزار کون ہو گا پس ان آیات کا مصداق

صرف معصومین میں آدمی چونکہ ان مراحل سے گزرتا ہے بمصدق آئیہ مبارکہ والذکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ ٹھم مغفرة واجراً عظیماً ○ (سورة الاحزاب آیت نمبر ۳۵) یعنی کہ خدا کی یاد کرنے والے مرد اور خدا کی یاد کرنے والی عورتیں بے شک ان سب کے واسطے خدا نے مغفرت اور بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے شرعی طور پر پس کامل انسان وہی ہے جو یاد خدا سے غافل نہیں ہے اور وہ ہی آدمیت کے کامل درجہ پر فائز ہے ورنہ وہ عام انسانوں میں شامل ہے ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سیلاً ○ (سورة الفرقان آیت نمبر ۴۴) بس بالکل مثل جانوروں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ راستہ سے بھٹکے ہوئے زیادہ اس لئے کہ ہر حیوان مطلق بھی خدا کا ذکر بالفطرة کرتا ہے اگر انسان عاقل ہو کر بھی خدا کے ذکر سے غافل ہے تو بدتر از حیوان ہے ولقد ذکرانا ہم کثیراً من الجن والانس لھم قلوب لا یفقیھون بھاز ولھم اعین لا مبصرون بھا ولھم اذان لا سمعون بھا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون ○ (سورة الاعراف آیت نمبر ۱۷۹) اور ہم نے (گویا) بہت سے جنات اور آدمیوں کو جہنم کے واسطے پیدا کیا۔ اور ان کے دل تو ہیں مگر قصداً ان سے سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھنے پر کہتے نہیں ان کے کان بھی ہیں مگر ان سے سنتے ہی نہیں یہ ہے کہ لوگ جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ راہ حق سے بھٹکے

ہوئے ہیں

دانش

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ
(القرآن)

اس کے بندوں میں تو خدا کا خوف کرنے والے بس علماء ہیں

دانش تنہا وسیلہ صلح و آشتی ہے تمام اہل جہان کے لئے یہ کلمہ سیاسی و فلسفی لوگوں کا تکیہ کلام بن گیا ہے کہ محض عقل و دانش اہل دنیا کے لئے کافی ہے اور بادشاہ و رعایا مرد و زن بزرگ و خورد سب ہی اس کلمہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔ البتہ کرامت (بزرگی) اعجاز اور علم قابل انکار نہیں ہے۔ اور سب ہی ان چیزوں کے قائل ہیں کسی نے ان میں سے کسی چیز سے انکار نہیں کیا ہے عقل ہی کو سب باعث رستگاری جانتے ہیں۔ اور ہم بھی اس کا اعتراف کرتے کہ صاحب عقل اور وہ شخص کو جو جو عقل سے آراستہ نہیں ہے برابر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ○ (سورۃ الزمر آیت ۹) کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ عالم اور جاہل ہرگز برابر نہیں ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی ابنی ابی طالب نے فرمایا ہے الناس موتی و اهل العلم احياء یعنی کہ تمام انسان کہ جو علم و عرفان نہیں رکھتے گویا کہ مردہ ہیں اور علماء زندہ انسان ہیں عقل و علم سے انسان کو امن و امان میسر ہوتا ہے پس ہمیں چاہیے کہ آگہی حاصل کریں کہ کون سی عقل باعث زندگی انسان ہے اور کون سا علم سبب حیات

السانی ہے اور وسیلہ صلح و فلاح ہے علم فیزکس اور علم طبعیات و خصلت کو بعض لوگ عقل و دانش سے تعبیر کرتے ہیں لیکن یہ چیز باعث اطمینان و یقین نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں علوم۔ اندازہ کے تحت و سائل راحت و آرام فراہم کرتے ہیں لیکن زیادہ تر اسباب تکالیف و ہلاکت مہیا کرتے ہیں چونکہ وقتی طور پر ان علوم سے استفادہ ہوتا ہے پس ان کو عوام علم تصور کرتے ہیں۔

علم افلاک اور جغرافیائی علم ہمارے موضوع آدمیت سے کوئی خاص ربط نہیں رکھتا۔ حساب ہندسہ کا علم بھی قدرے مربوط نہیں ہے۔ علم طب، صحت اجسام دونوں بدن سے متعلق ہے اور صحت و تندرستی بھی ہر ایک شخص کے لئے ایک نعمت ہے اور بہ ہمہ طور مفید ہے۔

طب سے یعنی کہ معالجہ و علاج امراض کے لئے خوب تر ہے۔ لیکن اصلاح امور بشری ہے مربوط نہیں ہے۔ چونکہ اختصار مد نظر ہے اس لئے ہم علیحدہ علیحدہ علم کا تذکرہ نہیں کر سکتے ہو البتہ علوم حاضریہ کہ جو دنیا کی دانشگاهوں میں تعلیم دیے جاتے ہیں وہ ہماری نگاہ کے سامنے ہیں ہم ان علوم مروجہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان علوم میں مشعل ہدایت کی شمع بھر روشن بھی نہیں ہے اور یہ انسان کی بد بختی ہے کہ نور ہدایت سے محروم رہے اکثر و بیشتر یہ کہتے ہیں کہ علم سیاست وسیلہ صلح و امن عالم انسانیت ہے حالانکہ یہ نظریہ انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ اس کے نتائج صلح و امن کے برعکس رونما ہوتے ہیں جلب منفعت مد نظر ہوتا ہے نہ کہ مفاد آدمیت اور جس قدر دنیا میں شورش برپا ہے وہ اس شجر علم سیاست پر متفرع ہوتی ہے۔ انسان ہمہ وقت پریشانی میں گرفتار رہتا ہے ذہن بسا اوقات بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے قومی و ملکی مفاد بہت کم ترقی پذیر ہوتے ہیں غرضکہ علم سیاست جاہ

طبی، مادہ پرستی، اور اغراض نفسانی پر منتج ہے اور یہ وہ علم نہیں ہے کہ جو کماحقہ نقش و نگار آدمیت میں تابندگی پیدا کر سکے۔ ہاں علم وسیلہ صلح مکمل ایام عالم ہے اور عقل موجب ہے اور عقل وہی عقل ہے کہ جو شمع راہ ہدایت ثابت ہو۔ علم و عقل دراصل توحید و معارف خداوند عالم پر عقیدہ کو استوار کرتی ہے کیونکہ ہر عمل کی پاداش خواہ عمل مستحسن ہو کہ معصیت ہو۔ دونوں کی جزا اس ذات اقدس پر ہے کہ جو سلطان مطلق ہے اور عادل بھی ہے یعنی کہ خلاق عالم کہ جس نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس اس راہ میں علم و عقل دونوں شمع ہیں اور انہی سے آدمی میں جو روشنی پیدا ہوتی ہے وہ حقیقت میں آدمیت ہے اور صفت آدمیت ہمہ گیر ہو جائے تو فساد روئے زمین سے ختم ہو سکتا ہے۔ خداوند عالم نے قرآن ارشاد فرمایا ہے انا خلقناکم من ذکر واثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکر حکم عند اللہ انتاکم (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۳) کہ ہم نے تو تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور ہم ہی نے تمہارے قبیلہ اور خاندان تاکہ ایک دوسرے کو پہچانیں۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقویٰ (ہر جگہ نشان آدمیت ہے عموماً) مدارس میں یہ تعلیم دی جاتی ہے لا فضل للقری علی الحبشی والا للعلبی البعنی الا بالتقویٰ قانون خداوندی یہ ہے فمن عمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ○ ومن عمل مثقال ذرۃ شرّاً یرہ ○ (سورۃ الزلزال آیت نمبر ۷۶) e

۱۔ حبشی پر قریشی کو اور عربی پر عجمی کو فضیلت صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی بنا پر ہے (حدیث نبوی)
 ۲۔ اگر کسی شخص نے ذرہ برابر بھی نیک عمل کیا ہے تو اس پر جزائے خیر پائے گا۔
 ۳۔ اور اگر کسی شخص نے ذرہ برابر بھی عمل سیہ کیا ہے تو اس پر عذاب ہو گا۔

بہر کیف ایمان : اپنے ظاہر ہونے کی جگہ یعنی دنیا اور معاد یعنی آخرت دونوں سے متعلق ایمان ہی انسان کو مہربان و صلح پسند بناتا ہے اسی سے خدا شناسی پیدا ہوتی ہے اور بزرگی اس میں مضمر ہے کہ انسان باہمی طور پر ایک دوسرے سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے اور علوم و معارف حاصل کرنے اور دوسروں کو علوم آشنا بنائے والسلام علی من اتبع الهدی

دودِ دشمن

يَكَايَنُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ اَرْجِعِي اِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَةً ﴿٢٨﴾
فَاَدْخِلِي فِي عَبْدِي ﴿٢٩﴾ وَاَدْخِلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

ترجمہ: ”اے اطمینان پانے والے نفس اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش وہ تجھ سے راضی تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا“

ایک سخت ترین دشمن صحت ہے اور دوسرا جاری رہنے والا دشمن ہے۔ سخت ترین دشمن اعتدال و دین، اور اعضاء و جوارح کو معطل کرنے والا، اور بیماریوں کی جڑ مادہ ہے موم بنام کیپول کہ جو خصوصی طور پر حیوانی چربی سے تیار کیا جاتا ہے اور یہ قابل ہضم نہیں ہے

عموماً "کلیسٹرول زیادہ مفید و موثر نہیں ہیں۔ ان کے مضر اثرات دیرپاء ہیں بہتر یہ ہے کہ چربی آمیز چیزوں سے پرہیز کرے اور سب نے زیادہ مفید یہ چیز ہے کہ انسان ایک وقت ضرور بھوکا رہے یا خوراک میں کمی کر دے۔ تمام عقلائے زمانہ اور بالخصوص انبیائے کرام اور اولیاء عظام زیادہ تر بھو جمنز پسند کرتے تھے گرنگی سے طبیعت ہلکی اور سبک رہتی ہے اگر انسان بھوکا نہیں رہ سکتا تو کم از کم مرغن چیزوں کے کھانے سے گریز کرے تاکہ معدہ پر گرانی نہ ہو۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ شمد خالص اور مغز گندم استعمال کرے اور انجناب کا روزمرہ طعام آرد جو تھا اور وہ بھی بغیر چمانے ہوئے مفید ترین چیز ہے جو لوگ غذا شناس ہیں وہ جانتے ہیں کہ آرد جو میں کس قدر طاقت و توانائی ہے اور نباتاتی روغن یعنی کہ جو نباتات سے بنائے جاتے ہیں اگرچہ ذاتاً "کلیسٹرول یعنی کیلشیم سے خالی ہوتے ہیں لیکن باسانی وہ جزو بدن ہو جاتے ہیں استعمال کرنے چاہئیں مصنوعی خوراک والی اشیاء سے اجتناب کرنا صحت کے لئے خوب تر ہے بصورت دیگر مقاوت بدن کو بڑھانا چاہیے مردانہ طاقت کو زیادہ تر زائل ہونے سے بچائے۔ حرام کاموں سے اجتناب کرے اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو تو یقیناً اکثر امراض کا نشانہ نہیں بنے گا۔ آدمیت اس میں ہے کہ آئین الہیہ کا پابند ہو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ اے فرزند حسن علیہ السلام چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر انسان میں پائیں جائیں تو وہ ادویات و طب سے بچا ہوا رہے گا پھر فرمایا کہ وہ یہ ہیں کہ دسترخوان پر جب بیٹھو کہ جب گرنگی (بھوک) زیادہ لگے۔ اور طعام اس وقت چھوڑ دو کہ جب خواہش

طعام کم محسوس ہو۔

فرضیکہ جب آدمی میں صفات آدمیت بھرپور ہوں تو اس کو عالم بالا سے ندا آتی ہے کہ اے اطمینان والے نفس اپنے پروردگار کی طرف چل آ

اصلاح نفس

وَلَا تَكْفُرْ فِي الْإِنْعَامِ لَعِبْرَةً لِّنَفْسِكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا

مَنْفَعٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ

ترجمہ :- اور اس میں شک نہیں کہ چوپایوں میں بھی تمہارے لئے عبرت (کی بات) ہے کہ ان کے پیٹ میں خاک ملا ہوا گوبر اور خون (جو کچھ بھرا ہے) اس میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

در اصل بنیادی طور پر سب چیزیں اور تمام انسان وسائل اصلاح رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تمام انسان شیشے کے ریزوں کو دور جا کر بھینکتے ہیں شکستہ شیشوں کو دور جا کر توڑتے ہیں پھر بھی بعض شوقین ان سب ریزوں کو بصد شوق جمع کرتے ہیں حالانکہ ہر ایک انسان کے نزدیک ان ٹکڑوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ لیکن شیشہ گر بہت زیادہ لے جاتے ہیں۔ اور اس سے طرح طرح

کے قیمتی وسائل زندگی اشیاء بناتے ہیں اور بڑی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے بھی کس قدر موجودات کی طبائع اپنی قدرت کاملہ سے فوق العادۃ قرار دی ہیں۔ آپ ذرا توجہ فرمائیں روزانہ گھر کا کوڑا کرکٹ اور خراب غذائیں اور سڑی بسی ہوئی خوراک کہ جن کو خاکروب ایک جگہ جمع کر دیتا ہے یا اس کو جمعدار خاکروب الٹا کر لے جاتا ہے تم ان کو بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے پاس سے دور رکھتے ہیں۔ اور اس سے دوری اختیار کرتے ہیں اور اپنے گھر کے بول و براز کو کہ جو بیت الخلاء کی صورت میں مکان کی چھت پر

ہوتا ہے صاف کراتے ہیں لیکن وہ تمام غلاظت آبادی سے باہر باغ و اراضی میں کھاد کی صورت میں کام آتی ہے اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا کوئی ذرہ ضائع نہ ہو۔ لیکن مشاہدہ ہے کہ کھاد کی بدولت طرح طرح کے اشجار اور زراعت پھلتی و پھولتی ہے۔ ایسا اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے کہ جو خالق طبیعت ہے اس میں ایسی ہی صلاحیت و دیعت کی ہے کہ جس سے وہ درختوں کے پھلنے پھولنے اور اشجار کے شیریں و شاداب ہونے میں مدد ہے۔ اور پھر اس سے انسان و حیوان سب ہی مستفید ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اجسام بوسیدہ اور تعفن خیز لاشیں۔ ان کو؟ تغیر کے بعد معطر، اور قابل منفعت بنا لیا جاتا ہے ہاں تمام انسان اور تمام چیزیں وسائل اصلاح شدہ ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم مطلق (یعنی ذات خداوند عالم) خون اور غذا سے دودھ پیدا کرتا ہے جو کہ بہترین غذائے انسان ہے۔ عالی ترین غذاؤں میں دودھ کا شمار ہوتا ہے اور حصول شیر (دودھ) عجیب غیر محسوس طریقہ سے طبیعت و پستان مادران میں قرار دیا گیا ہے۔

اس طرح مردمان پاک و پرہیزگار کا یہ عمل ہے کہ وہ نامحرم کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور وہ اجتماعی صورت میں زن محرم و جائز کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ وساوس شیطان سے محفوظ ہیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں اسی وقت رونما ہوتی ہیں کہ اگر ایمان سالم ہو۔ اور آدمیت برقرار ہو تو انسان فرشتہ صفت بن سکتا ہے۔ پس ہر شخص پر لازم ہے۔ کہ قواء شہوانی پر کنٹرول رکھے سرشار ہوش رہے آلودہ بکار معصیت نہ ہو تو اس کی طبیعت خود بخود اصلاح کی طرف مائل رہے گی اور یہی جو ہر آدمیت ہے غرضیکہ جس شخص نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی وہی مرد میدان زندگی ہے

قلب جہان ہستی

اتزعم انک جرم صغیر ☆ و فیک الطوی العالم الاکبر

حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے انسان کیا تو جہان اصغر ہے۔
تجھ میں تو عالم اکبر سمایا ہوا ہے کیا انسان کے اعضاء و جوارح ایک ایسا
خاندان نہیں ہیں کہ جو متحد العمل ہوں۔ یا ان میں ایک دوسرے کا احساس نہ
ہو۔ خصوصاً انسان کی بناوٹ پر اسرار طبقات رکھتی ہے۔ قوت سامعہ یا
سورخ گوش۔ کو دیکھئے کہ اس میں خداوند عالم نے چار قسم کے استخوان رکھے
ہیں (عدسی عس کہتے ہیں مسور کو مقصد یہ ہے کہ ایک ہڈی مثل دانہ مسور
ہوتی ہے۔ رکابی یعنی حلقہ دار۔ مطرقی بشکل ہتھوڑا۔ سندانی کسی چیز کا سہارا)
اور اس کا اندرونی حصہ اون دار ہوتا ہے ناک دین غدہ۔ ایک گول چیز کی
مانند گوشت کا ہونا۔ دانت اور دوسرے تمام اعضاء انسان یہ تمام ظاہری
چیزیں ہیں اسی طرح حواس باطنی بھی ہیں اور ان سب کے کام عقل کو حیرت
زدہ کرنے والے ہیں۔ مغز سر ریڑھ کی ہڈیاں اور دوسرے تمام اعضاء
انسان۔ مثانہ معدہ وغیرہ وغیرہ بھی آپس میں ایک خاندان ہیں۔ اگر ایک میں
خرابی پیدا ہو جائے تو دوسرے کو اپنے فرض کو انجام دینے میں مشکل درپیش
ہوتی ہے انسان کے امراض ظاہری و باطنی کے لئے علماء و حکماء اور ڈاکٹر لوگ
ہمہ تن ایجادات کرتے رہتے ہیں کہ امراض کا دفعیہ عمل میں آئے۔ حسب
مراتب ہر ایک کام کام جداگانہ ہے علماء حضرات روحانی صلاحیت کو اجاگر
کرنے کی صورتیں مہیا کرتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں غرضیکہ انسان کی
اصلاح ہی کے لئے خداوند عالم نے انبیاء و مرسلین مبعوث کئے تاکہ آدمیت

تمام ارفع و اعلیٰ حاصل کر سکے۔ اور اس جہان میں زندگی باشعور گزار سکے۔ خداوند عالم نے اور انسان کو عقل عطا کی کہ جو حقیقت میں سرپرست انسان ہے اور افادیت سے روح کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور یہی روح و عقل۔ انسان کے لئے اس کی حقیقت کہلاتی ہے کہ جو صادر اول ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ انسان کی پرواز عقلی۔ آسمانوں کے ستاروں تک جاوے پیاہل فلک اس کا شیوہ عقلی ہے جبکہ کرنا شیوہ باطنی ہے اس اعتبار سے انسان جہاں اکبر ہے

کیا عقل و شعور اور راہ نما و رہبر اس تودہ گمران کا اور جو چیزیں آویزاں ہیں بیواؤں کا چلنا عناصر مختلفہ اور قواء متضاد کا کارفرما ہونا کون ہے؟ کہ جو اس جسم انسان میں مثل روح یا عاقلہ انسانی جہاں وسیع یعنی کہ آسمان و زمین میں حکمرانی کر رہا ہے اور ان تمام چیزوں کو (یعنی قوائے مختلفہ کو) باہم مربوط کیا ہوا ہے اور یہ کہ نظام جسمانی برقرار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس نظام کائنات کی غایت کون ہے یہ بھی واضح رہے کہ لفظ کون جاندار کے لئے بولا جاتا ہے پس یہ استفہام ظاہر کر رہا ہے کہ غایت عالم وہی ذات مبارکہ ہے کہ جو صادر اول ہے پس ان تمام چیزوں یعنی کہ کائنات عالم کا ارتباط اور باہم ملا ہونا اس صادر اول یعنی کہ خلق اول حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت وجودیہ نورینہ سے وابستہ ہے کہ جس کے بارے میں حدیث قدس ہیں ارشاد ہوا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک کہ اے رسول ﷺ اگر میں تم کو پیدا نہ کرتا تو زمین و آسمان کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ اگرچہ بظاہر معنی یہ جملہ سادہ سا ہے لیکن اس کی بہترین تاویل یہی ہے کہ وجود محمدی ہے جو ہر اعراض تکوین اور روح جہان ہستی ہے تکوین تھی پس اس ذات اقدس کے وجود نورانیہ کو علت غائی قرار دیا۔ اور تمام موجودات عالمین اس کے بالمقابل فروغ

کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اصل تخلیق کائنات آپ ہی کی ذات اقدس ہے (صلو علیہ وآلہ) اور جناب ہی اس دنیا میں سبب اول ہیں اس نور کے لباس بشری میں ظاہر ہونے کے پس مقصود از خلقت آدمؑ و عالم اصغر اتھا آدمیت ہے اور یہ ارادہ خداوندی سے مربوط ہے یعنی کہ باذن اللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مدبر جہاں تکوین اور جملہ شریعتوں کا عالم۔ وجود ذی جود آنحضرت (ص) کو قرار دیا ہے اور ان کی ولایت کو تمام انبیاء و مرسلین پر جاری فرمایا ہے خداوند تعالیٰ کے امر و امداد سے ہر قسم کا وظیفہ جو اس دنیا اور عالم آخرت سے متعلق ہے آنحضرت (ص) کو انجام دہی عطا کرے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے ارشاد فرمایا ہے الفت بقدر تک اللہ یعنی کہ اے صاحب اختیار و ارادہ اے قادر مطلق کہ تو نے مختلف فرقوں میں الفت پیدا و قائم کی ہے۔ میں نے اس کا ایک پہلو عقلاء اور فضلاء حضرات سے سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ پڑھا بھی ہے حضرت سبحان کو روح اور شعور جہاں بزرگ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور خالق بے مثال کو قریں عقل انسان قرار دیا ہے اور یہ اشتباہ عظیم معصیت ہے لا یغفر سبحان ربی العظیم خلاق عالم اس بات سے مبرا و منزہ ہے کہ وہ عالم ایجاد باشعور خالق کائنات ہے نہ کہ خود شعور خلقت علاوہ ازیں خداوند عالم قادر و دانا ہے بہ نسبت آفاق و انفس وہ اپنی خدائی اور تدبیر عالم میں یکتا و یگانہ ہے اس کے لئے کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے عالم اصغر پیدا کیا اور اس کے لئے ایک مدبر اور قائد مقرر فرمایا اور یہ سرپرست اس کے امر و قدرت اور اس کی مدد سے امور عالم و جہان کا ایک ادارہ چلا رہا ہے اور تمام اعضاء بدن کا نظام اس کی تدبیر پر روان دوان ہے اس طرح عالم اکبر کے لئے بھی ایک راہ نما و رہبر کامل اور مدبر اعظم ایجاد

فرمایا ہے اور وہ مدبر اول مخلوق یعنی کہ وجود محمدی ﷺ یہ ہے کہ جو مظہر صفات خداوند عالم ہے۔ یہی وجود اقدس عقل کل ہے اور اس مدبر اول نے کائنات کو شعور بخشا ہے فی الحقیقت یہ دونوں قائد یعنی کہ ایک وسیلہ فیاض مطلق اور دوسرا سفیر مکان عالم یعنی وجود محمدی ہے جو کہ محل مشیت الہیہ اور ارادہ باری تعالیٰ ہے۔ خدائے تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور کائنات میں فیض خدا جاری و ساری کرتا ہے۔ خداوند عالم یکتا بے مثل و بے مثال ہے اور مشابہت و مباشرت سے منزہ ہے چنانچہ وہ ذات اقدس جو اول ماخلق اللہ نوری کا مصدق ہے۔ عالم اصغر میں خدائی امور انجام دے تو یہ چیز موجب شرک نہیں ہے چنانچہ وساطت و سفارت تکوینی یا اول مخلوق یعنی وجود آنحضرت (ص) کے لئے تفویض نہیں ہے بلکہ باعتبار مظہریت صفات خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان اور مرکز جاذبہ کافہ دوائر ایجاد و قائد سموات و ارض ہے۔ اول ماخلق اللہ نور فیک یا جابر یعنی کہ اے جابر سب سے پہلے جو چیز خداوند تعالیٰ نے خلق فرمائی وہ تیرے نبی ﷺ کا نور تھا

مثال دیگر: ذرات اور ایٹم کہ جو دارائے موجودات ہیں مرکز جاذبہ ہیں اور الیکٹرونک کہ جو بمنزلہ کوکب و ماہ تاب ہوتے ہیں۔ جہان اکبر بھی کل کی کل مخلوقات سمیت اور طرح بہ طرح کی مکنونات کے ساتھ اس اختلاف کے ہوتے ہوئے کہ جنس و نوع مقدار حالت، سمت و حرکت نہیں ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ میسر مستقیمی کی پیمائش عمل پذیر ہوتی یہ اور عین اختلاف ایتلافی ہیں یعنی کہ ہوتے ہوئے از خود اپنا نشان ظاہر کرتا ہے۔ البتہ اس جگہ بھی ایٹم و وجود مرکزی، قطب عظیم، اور ثقل اکبر۔ قطب زمین رکھتا ہے۔ کہ خدائے حکیم مطلق نے ان میں قوت جاذبہ رکھی ہے کہ تمام افلاک اور جو کچھ افلاک سے متعلق ہے یا افلاک میں ہے اس کی قوت جاذبہ کے ساتھ

شاہراہ تکوین پر کارفرمائی کا باعث ہے اور اس مرکز مقدس کے دور کے ساتھ چرخ گردش کرتا ہے۔

ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت ○ (سورة الملک آیت نمبر ۳) یعنی کہ بھلا تجھے خدا کی افریش میں کوئی تفاوت نظر آتی ہے۔ اس کی بھی اول مخلوقات عین چاہت ہے۔ **سُنَّۃُ اللہ**۔ **وَلن تجد لسنة اللہ تبدیلاً** ○ ۱

اور تم سنت خدا میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔ یہ خبر خصال ہے یعنی کہ طریق خداوندی کی جس پر اس نے دنیا اور مافیہا کو خلق کیا ہے وہ اٹل ہے۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے بارہ ہزار عالم عظیم فرمائے ہیں جو ان ہفت آسمان و زمین بھی بڑے ہیں اور جس قدر بھی کائنات خلق فرمائی ہے ہم اس سب کائنات پر شاہد ہیں اور اس کی طرف سے اس کی حجت ہیں (ملاحظہ ہو تنزیہ الحق ص ۲۵۲) ہشام نے امامت کے بارے میں جو دلائل پیش کیے تھے عمر بن عبید کے سامنے ان میں اس مطلب کو بھی واضح کیا گیا ہے وہ استدلال بعینہ اصول دین کی بحث میں احکام شیعان میں ملاحظہ کریں۔ یہ ہر دو تالیفات انہی مضامین پر مشتمل ہیں۔ ہشام نے شریعت کی طرف ثبوت دیا ہے اور ہم بطرف شریعت اور بطرف تکوین ثبوت فراہم کر رہے ہیں چونکہ دونوں کی دلیلیں پوری طرح صلاحیت رکھتی ہیں پس سلام ہو ان پر کہ جو ہشام اور ہمارے نظریہ سے اتفاق کریں..... والسلام علی من

اتبع الہدی

ہم آہنگی

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهُا مِنْ فُرُوجٍ
(سورہ ق ایت نمبر 6) یعنی کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف
نظر نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیوں کر بنایا ہے اور اس کو کیسی زینت دی ہے۔
اور اس میں شکاف تک نہیں۔

یہ کارخانہ تخلیق کائنات اور یہ دستگاہ ہستی جب کہ مشاہدہ مسلسل ہے
بہت استوار اور قدرت والی ہے ہزاروں سال سے ہے اور ہزاروں ہی سال
رہے گی۔ (بشرط خدا چاہے) اور اسمیں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور یہ
موجودات اگرچہ کم نہ و پرانی ہے مگر نشاط جوانی ہمہ وقت تماشائے جہاں بنی
ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صباغ قدرت نے ابھی تازہ رنگ بھرا ہے۔
ہر روز و ہر سال ایک نئی تازگی ہوبدہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ تازگی عادلانہ اور اس
موجودات میں دوسری موجودات کی شرکت عظیم درجہ رکھتی ہے۔ سورج و
ستارے چاند اور سیارے اور چاند کو گھیرنے والے تابندہ کواکب، کو عجیب
انداز میں مربوط کیا گیا ہے یہ اسطرح آپسمیں ایک دوسرے کے ساتھ
ہیں جیسے عندلیب۔ پھول کیساتھ، عاشق دل سوختہ اپنے معشوق نظری کیساتھ۔
ایک متقی و پرہیزگار اپنے تقویٰ کیساتھ، ہم آہنگ ہو۔ زندگانی پر بہار ہے۔
یہ گردوں گردان، اور یہ چرخ سنگین بغیر کسی نگرانی کے گردش میں رہتا ہے۔
حتیٰ کہ اگر کوئی سیارہ صحرا میں گر پڑے اور بر طریق دنیائے فانی اس محیط عمیق
ہیں پرت و متلاشی ہو اور اس کے علاقہ یا دوسرے معلقات آسمانی قطع ہو

جاتے۔ تو طبعاً ایک رکن۔ ارکان بنیاد میں سے ریزہ ریزہ ہو جائے اور جہان تکوین (دنیا) ویران و برباد ہو جائے گا۔ لیکن ہمہ دم اکثر ستارے اور سیارات کنٹرول کرتے ہیں اور دنیاوی ہم آہنگی قائم رکھتے ہیں یہ نظام قدرت ہے کہ جسمیں تبدیلی نہیں ہے۔ سبحان الذی اتقن کل شئی ○ (سورہ النمل آیت نمبر 88) کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر ایک چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے اور ہر جگہ آسمان پر نئے نئے ستارے تابندہ ہوتے رہتے ہیں اور انجمن ستارگان میں رونق دو بالا ہوتی رہتی ہے۔ والسماء بنینہا بایمیدوانالموسعون ○ (سورہ الذریت آیت نمبر 47) اور ہم نے آسمانوں کو اپنے بل بوتے پر بنایا ہے یعنی کہ اپنی قدرت کاملہ سے خلق کیا ہے اگر سورج کو دیکھو تو معلوم ہو گا کہ اسمیں بھی دوسری آسمانی چیزوں کے ساتھ ہم آہنگی ہے۔ اور یہی ہم آہنگی پانی میں برقرار ہے کہ پانی دوسرے قطرات آب ملا جائیں تو سب پانی میں ایک ہو جاتے ہیں آسمانی چیزوں کا ادراک اور تصور رموز انسانی معلوم کرنا بہت مشکل امر ہے بہتر یہ ہے کہ تماشائے عالم صغیر دیکھیں اولاً اپنے وجود پر غور کریں پھر اس صحت نشاط و قدرت کو دیکھیں جو اپنے وجود میں مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم آہنگی اعضاء پیش نظر ہوتی ہے کہ ان میں کس قدر اتحاد و اتفاق جو کہ مستقل ایک وجود جامع جان و تن ہے گویا کہ اس انجمن بشری میں تنوع نہیں ہے اعضاء رئیسہ حواس ظاہری و باطنی عضلات (وہ رگ و پٹھے کہ جس کے ریشہ ریشہ میں چربی ملی ہو) یہ تمام چیزیں باہم ارتباط رکھتی ہیں۔ اختلاف، دوئی، خود پسندی، غور،

جاہ طلبی، بخل و حسد، رقابت اور، ان چیزوں کا یہاں کوئی دخل تک نہیں ہے۔ غدہ (گوشت یا چربی۔ مانند گر سخت چیز) ہاء منتشر مغز اور گلے اور معدہ سے متعلق اور اکثر ملا کرو زوایا۔ (زاویے) یا از قسم مصالحہ جات، و آب انگور اور طرح طرح کے ہارمون مددگاری کرنے والے بشوق ہم آہنگ ہوتے ہیں اور کمال اتحاد و یگانگت کے ساتھ وہ تمام چیزیں زندگی انسان میں خوشگوار پیدا کرتی ہیں۔ التنبہ انحراف اسوقت ممکن ہوتا ہے کہ جب مزاج (طبیعت) ناساز ہو

یا امراض ناگہانی کا دور دعوہ ہو یا بیماری طول پکڑے البتہ یہ کوئی کوتاہی نہیں ہے بلکہ ہم آہنگی بہر طور برقرار رہتی ہے۔ جملہ امراض انسانی بدرہیزی اور غفلت کا نتیجہ ہوتے ہیں عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور انسان اپنی خواہشات کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اگر اصول صحت مد نظر ہوں تو یقیناً مرض سے نجات مل سکتی ہے۔ اور خستہ گئی بدن دور ہو سکتی ہے ورنہ اکثر بیماری کا انجام موت ہے۔ یہاں تک جو ہم نے قلم فرسائی کی ہے وہ صرف اس لئے کہ بطور مقدمہ ہم آہنگی انسانی کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

اب ہمارا مطمح نظریہ ہے کہ افراد ملت یا بشر میں بھی مثل اعضاء انسانی ہم آہنگی پیدا ہو اور یہی انسان کی خوشبختی کی دلیل ہے کہ وہ سب بلا امتیاز شیرو شکر ہو کر متحد نظر آئیں اور بادشاہ یا رئیس ملت۔ اس طرح آپس میں رہیں اور ملی کام انجام دیں جیسے کہ قلب (دل) بدن انسان میں کام انجام دیتا ہے اور متحرک رہتا ہے اگر ذرا بھی حرکت قلب میں خلل آجائے تو حیات معطل ہو جاتی ہے اسی طرح اگر رئیس ملت ذرا سی بھی غفلت کرے

تو نظام ہم آہنگی برقرار نہیں رہ سکتا کہ جو حیات ملی کا موجب ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ روساء ملت اس طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے جیسے بھیڑیوں کے گلہ میں بھیڑیا ہو۔ سیاست مدار لوگ غرباء اور نادار لوگوں کی نگہداشت نہیں کرتے جس سے ملت ضعیف ہوتی رہتی ہے۔ پاسبان اور سپاہی چونکہ ان کا مشاہرہ قلیل ہوتا ہے وہ بھی ملت پر بارگران بنتے ہیں۔ زمیندار لوگ بھی اپنے انتفاع میں لگے رہتے ہیں غریب کاشتکار کی زندگی محنت و تکلیف میں گزرتی رہتی ہے۔ یہ تمام امور عدل و انصاف کے نہ ہونے کی وجہ سے خوشگوار نظر نہیں آئے اگر عقل فواد سے کام لیا جائے تو زندگانی ملی و قومی میں خوش گوار لہر پیدا ہو سکتی ہے۔ اور نہ صرف راحت دنیاوی نصیب ہو سکتی ہے بلکہ آخرت بھی سازگار ہو سکتی ہے۔

آیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِينَ وَالزَّاتُونَ ۝۱ وَطُورِ سِينِينَ ۝۲ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝۳
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۵
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدَ بِالذِّينِ ۝۶ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۝۷

تین اور زاتون کی قسم اور طور سنین کی۔ اور اس امن والے مکہ کی قسم ہم نے انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا ہے اور ہم نے اسے بوڑھا کر کے رفتہ رفتہ پست سے پست حالت کی طرف لوٹا دیا ہے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے چاہتے کہ یہی آدمیت ہے۔

کلمات اللہ

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَمٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ
سَبْعَةُ آبْحَرٍ مَا نَفِذْتُ كَلِمَتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(سورہ لقمن آیت نمبر 27) یعنی کہ جتنے درخت زمین

میں ہیں سب لے سب قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بنے۔ اور اس کے
(ختم ہونے کے) بعد (اور) سات سمندر سیاہی بن جائیں اور خدا کا علم اور
اس کی باتیں لکھیں جائیں تو بھی خدا کی باتیں ختم نہ ہونگی بے شک خدا
سب کا جاننے والا اور دانا (بینا) ہے

البتہ کلمات اللہ اس کی ذات اقدس سے بصورت الفاظ ادا ہونے والے
نہیں ہیں کیونکہ خداوند عالم۔ متکلم مع الغیر ہے۔ جس شے میں چاہے
آواز پیدا کر دے اور اس سے کلمات جاری ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کلمات اللہ
سے صفات فعلیہ مراد ہوں۔ کیونکہ جب آواز کسی شے سے پیدا ہوگی تو وہ
بھی قدرت خدا کی مظہر ہے گویا وہ کلام اسی کا ہے قرآن مجید میں خداوند عالم
نے کلمۃ اللہ جناب عیسیٰ بن مریم (ع) کیلئے ارشاد فرمایا ہے جب کہ وارد ہوا
ہے وکلمتہ القاھا الیٰ مریم (النساء آیت نمبر 171) یعنی کہ (عیسیٰ)
ایک کلمہ تھے جسے خدا نے مریم کے پاس بھیج دیا۔ ان اللہ یشرک
بکلمتہ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم (سورہ آل عمران
آیت 45) اے مرے مریم خدا تم کو اپنے حکم سے ایک لڑکے پیدا ہونگی

بشارت دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح بن مریم ہو گا۔ حدیث صحیح و معتبر میں وار ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب (ع) پر کلمۃ اللہ کا اطلاق ہوتا کہ جب آنحضرت (ص) معراج میں تشریف لے گئے تو خداوند عالم نے اپنے رسولؐ سے فرمایا کہ علیؑ میرا کلمہ ہے۔ کہ اس کو پرہیز گاروں پر لازم کر دیا ہے دعائے سحر میں پڑھتے ہیں اللھم انی اسئلک من کلماتک باتمھا وکل کلماتک تامم۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات میں مدارج اور مراتب ہیں۔ اور تمام و اتم طور پر ذات خداوند عالم کلمہ ہے۔ لیکن ذات خدا کیلئے درجات متصور نہیں ہو سکتے اور دلائل کے ساتھ قرآن و حدیث میں کلمہ سے مراد انبیاء و اولیاء ہیں اور یہ آئیہ مجیدہ کہ جو سرنامہ کلمۃ اللہ قرار دے کر درج کی گئی ہے۔ اس کے تفسیر بیان کرتے ہوئے ابن عباس نے کہا ہے کہ آنحضرت (ص) نے فرمایا کہ اگر تمام کے تمام جنگل (اشجار) قلم بن جائیں اور دریا سیاہی بن جائیں اور جن وانس ملکر علی ابن ابی طالب (ع) کے فضائل تحریر کریں تب بھی علیؑ کے فضائل کا احصاء و شمار نہیں ہو سکتا۔ اور فضائل تمام نہیں ہونگے۔

(ملاحظہ ہو مناقب خوارزمی)

اور کتاب ”فی طریق الی التشیع“ صفحہ نمبر 8 پر درج ہے کہ لوان الاشجار اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس کتاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ یعنی کہ سب کے سب اشجار قلم بن جائیں اور سب کے سب سمندر سیاہی ہوں جن حساب پر مامور ہوں اور

انسان کتابت کریں تب بھی علی ابن ابی طالب (ع) کے فضائل شمار نہیں ہو سکتے۔ اللہم صلی علی محمد وال محمد البتہ کلمات اللہ اور فضائل جناب امیر المومنین (ع) یہ کلمات و حروف لفظیہ و فضائل ظاہریہ نہیں ہیں ورنہ ایک دریا یا سات دریا لازم نہیں آتے۔ فقط ایک دریا یا چند دریا مل کر فضائل مرتضوی تحریر کرنے کے لئے کافی ہوتے۔ یہاں فضائل علی علیہ السلام کا احصاء نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وجود مقدس ولی اللہ اور یا کلمتہ اللہ التامہ بقدر اسرار و معنی کہ جو کلمات اللہ ہیں اس کی شرح و تفصیل و تادیل کے لئے جن و انس کا تحریر کرنا بھی کفایت نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن مجید کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی کہ کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے کہ جو قرآن میں نہ ہو۔ یہ کنایہ - رموز الہیہ کی طرف ہے جسے وہی سمجھ سکتا ہے کہ جس پر قرآن نازل ہوا ہے یا حضرات آل محمد (علیہم السلام) سمجھ سکتے ہیں کہ جو عالم و وارث قرآن ہیں۔ قارئین کتاب کی توجہ اس روایت کی طرف مبذول کرتے ہیں کہ جسے ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے اور تمام خاصہ و عامہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شب علی ابن ابوطالب (ع) نے میرے واسطے شرح بائے بسم اللہ بیان کی شب ختم ہو گئی اور سحر نمودار ہوئی۔ آپ نے ویظفہ سحر ادا کیا اور فرمایا کہ اے ابن عباسؓ اگر شب میرا ساتھ دیتی تو تفسیر بائے بسم اللہ اور بھی بیان کرتا بس یہ سمجھ لو کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورہ الحمد میں ہے اور جو کچھ سورہ الحمد میں ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں

ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں وہ اس نقطہ میں ہے کہ جو ”ب“ کے نیچے دیا جاتا ہے اور انا نقطہ تحت الباء اور میں ہی نقطہ بائے بسم اللہ ہوں۔ اور اگر اللہ رسولؐ مجھے اجازت دیں تو میں شرح معانی فاتحہ الکتاب شروع کروں تو چالیس بار کامل شرح کروں۔ بس کتاب مبین اور فضائل علی علیہ السلام احاطہ حساب و کتاب سے باہر ہیں۔ اور یہی خیر اس کے باطنی معنی اور رموز کی طرف راجح ہے۔ اور یہ آیت مبارکہ جسے ہم نے اس موضوع کا سرنامہ بیان قرار دیا ہے حضرات محمدؐ وال محمدؐ (صلوات اللہ علیہم) کے حق میں ہے اور ہم تک کتب معتبرہ اور روایات صحیحہ کی بدولت پہنچی ہے کہ یہ آیت مجیدہ بلاشبک وشبہ محمدؐ آل محمدؐ علیہ السلام کے متعلق ہے اور اس میں اور کوئی شریک نہیں کلمات تامہ اور اسمائے حسنہ حضرت معصومینؑ ہی ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ای ایتہ اکبر منیٰ وای نباء اعظم منیٰ آیت اکبر اور نباء عظیم میں ہوں مقصد یہ ہے کہ حقیقت محمدیہؐ وعلویہؐ وفاطمیہؐ اور مابقی ائمہ معصومینؑ از اولاد علیؑ و فاطمہؑ آیات کبریٰ ہیں۔ اور فیوض خداوندی الٰہی کے وسیلہ سے تمام کائنات میں جاری و ساری ہوتے ہیں۔

دعائے رجبیہ میں وارد ہوا ہے۔ و مقاماتک وعلاماتک الٰہی لا تعطیل لمافی کل مکان یعرفک بہامن عرفک لافرق بینک و بینہا الا انہم عبادک وخلقک فیہم ملأ ت سماءک وارضک حتی ظہران لا الہ الا اللہ کتاب بحار میں منقول ہوا ہے کہ تمام کائنات حضرات محمدؐ وال محمدؐ (ص) کے جو صادر

اول ہیں کہ وجہ سے خلق کی گئی ہے اور جو روشنی دنیا میں اور خصوصاً بنائے
 دنیائے انسانیت میں ہے وہ عقل اول کی بدولت ہے اور عقل اول حقیقت
 محمدیہ مع اجزاء محمدیہ ہے اور یہی محل مشیت الہیہ ہیں۔ تمام ملائکہ اور
 جن وانس لکھنے والے ہوں اور بقدرت و بامر خدائے تعالیٰ تمام دریا بجائے
 سیاہی استعمال ہوں تو بھی کلمہ تامہ اور امام و حجتہ خدا کے علم کا احاطہ نہیں ہو
 سکتا۔ اور سمندر کے تمام قطرات اور ذرات نفوس کہ جو ایک ایک قطرہ میں
 موجود ہیں ان سب کا علم۔ امام (ع) کو منجانب اللہ حاصل ہوا پس آب دریا
 برائے احصاء رموز و علوم کلمہ تامہ الہی کے لئے کافی نہیں ہے کہ ہر ایک
 قطرہ آب موجودات سے بعید ہے۔ البتہ یہ تعبیر ظاہر "قابل ایراد و اعتراض
 ہے اس صورت میں کہ ذرات و موجودات کائن قطرات کے اندر سب یکساں
 شہادت رکھتے ہیں اور عالم امام علیہ السلام بیک ذرہ و یا بیک قطرہ عین
 معلومات ہے یہ نسبت ذرات و قطرات دیگر کے۔ لیکن میں اس کے جواب
 میں یہ کہتا ہوں کہ اس طرح تصور کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم
 نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے واختلاف السننکم والوانکم
 (سورہ الروم آیت نمبر 22) یعنی کہ اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا
 اختلاف بھی ہے اور یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ یہ محال ہے کہ دو ذرہ یا دو
 چیزوں میں ہر جہت اور ہر اعتبار سے مشابہت ہو یقیناً کچھ نہ کچھ فرق ضرور
 ہوتا ہے جسکی بنا پر وہ چیز پہچانی جاتی ہے اسی طرح پانی کی موجودات (کہ جو پانی
 میں رہتی ہے) کہ پس ذرات و موجودات عالم کہ جو پانی میں ہے خواص و
 امتیازات رکھتی ہے محض یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ یہ درمیانی مخلوق ہے اور

ایک صورت میں صاحب ولایت کبریٰ ان سب پر شاہد (گواہ) اور کلمہ تائمہ ایزدی اور جامع تمام حروف تکوینی ہے۔ ان میں بھی مشابہت کا قدرے فرق کیساتھ ہونا ضروری ہے تاکہ تمیز ہو کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے والے گرامی قدر حضرات یہ مثال منفرد اور استدلال تازہ کسی سابقہ کتاب میں نہیں پایا جاتا اور شاید کہ ایسا بھی سننے میں نہیں آیا کہ فلاں شخص نے یہ استدلال قبل ازیں پیش کیا تھا۔ علاوہ ازیں حکیمانہ درہائے گرفتار کے ذریعہ اس معممہ کو حل کیا ہے اور اذق و سنگین مطلب لوگوں کے ذہن تک پہنچانے کی سعی کی ہے اور اسرار و رموز کو لوگوں پر واضح کیا ہے اور ایک اس باب سے مختلف ابواب کشادہ کئے ہیں اور ارباب معرفت پر معرفت میں اضافہ کیا ہے البتہ ان امور کیلئے پاک نظر اور پاک سینہ درکار ہے اور بھی تاویل بحر و بحر کے متعلق ہم کہتے ہیں ہر ایک موجود (یعنی کہ ہر ایک شے) یعنی ہر ایک موجود کے دو جنبہ ہیں ایک جنبہ ربانی (جہتہ من ربہ) کہ اس کا وجود نام کے ساتھ شخص ہے دوسرے جنبہ نفسانی (جہتہ من نفسہ) کہ جسے ماہیت کہتے ہیں۔ وجود ہر ایک موجود کیلئے کشتی نجات ہے کہ بحر و قیاس میں بھی ماہیات باقی ہیں اور یہ ماہیات بمنزلہ فصول و مشخصات موجودات ہیں۔ یعنی کہ موجودات کی قسمیں ہیں کہ جنکے ناموں سے ان کی پہچان ہوتی ہے اور حقیقت میں جنبہ ربانی ہر ایک فرد کا۔ ایک روشنی ہے جو شمس ولایت کی شعاعوں میں سے ایک شعاع ہے۔ یا یہ کہ ایک شعاع ہے عقل کل کی۔ اور ایک رشحہ ہے رشتات صادر اول سے یعنی اول مخلوق کہ جو اول ماخلق اللہ نوری کا مصداق ہے یعنی کہ وجود محمدیہ (ص) کے قطرات عرق میں سے ایک

قطرہ ہے کہ جس سے جنبہ ربانی تابندہ ہے۔ اور از روئے عقیدہ مقدس بندوں یعنی خدا کے فرستادہ بندوں انبیاء و مرسلین۔ اولیاء وائمہ ہدی (علیہم السلام) کہ جسکا سلسلہ بہت طویل ہے بغیر از حلقہ شمعشانی روح القدس سات قسم کی موجودات و ماہیات عالم ہستی میں موجود ہیں کہ ان ساتوں حلقہ کے حقائق کی بعد از دیگرے ہیں۔ انبیاء و مومنین انس ملائکہ مومنین جن حیوانات، نباتات، جمادات ماہیات اور یہ مراتب یقیناً "ولازماً" ایسے موجودات ہیں کہ ان کے رموز و اسرار کو سمجھنے کے ہم خود عاجز ہیں۔ اور محال ہے کہ ان مقامات کا احصاء کیا جائے اور یہ سب جہت من نفسہ طبعاً۔ حقائق جہت من ربہ کہ جو کلمات اللہ سے عبارت ہیں فہم سے بالاتر ہے یعنی کہ ہم اپنے نفس کے اعتبار سے کلمات اللہ کی حقیقت واقعہ سمجھنے طبعاً عاجز ہیں۔

بفرض دیگر۔ ہر جگہ ان حقائق وجود ہی سے ساتوں سمندر مراد لئے جاتے ہیں لیکن ہم ان سے سات دریائے نورانی مراد لیتے ہیں یعنی کہ مبداء نور و ضیا اور عقل کل کہ یہ کلمۃ العلیا ہیں یعنی عظیم و اعلیٰ کلمات ہیں ہم نے تفسیر کی ہے اور ان کے اسرار پر قدرے روشنی ڈالی ہے پھر بھی بصورت جملہ ممتنع یہ ہے۔ (انما تحدا دوات انفسہا وتشیر الالات الی نظارہا۔ البتہ شعاعی معلومات دائرہ شعاہیت سے سے تجاوز نہیں کرتی۔ اور سورج کے مقام کو تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور نور کسی وقت بھی ذات منیر کا احاطہ نہیں پا سکتا۔ اور کسی جگہ بھی اس کا اثر موثر تک نہیں پہنچ سکتا۔) (الطریق مسدودہ) والطلب مردودہ) بنا بریں یہ کلمات تامہ یعنی انوار حضرات معصومین

علیہم السلام چودہ صورتوں میں ولایت مطلقہ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں یعنی کہ چارہ معصوم سب کے سب خداوند عالم کے بذاتہ کلمات نامہ ہیں اور ان کا ارادہ۔ ارادہ خداوندی سے مربوط ہے پس کبھی ان کے ارادے میں نقص کا شائبہ نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس کی بنا پر ان کا ارادہ ہر لمحہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اسی لئے لوگ رتبہ امامت سے نا آشنا ہیں کیونکہ ان کا وجود۔ آئینہ مرضات اللہ ہے حضرت امیر المومنین ولی کل نے ارشاد فرمایا ہے ظاہری امامتہ و باطنی غیب منیع لایدرک۔ یعنی کہ ظاہر امامت اور باطن "غیب دان ہونا مستحکم و استوار ہے۔ سبحان ربک رب العزہ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین ○

سعید و شقی

والسعید سعید فی بطن امته ○ والشقی شقی فی بطن امه
(حدیث مبارک)

یہ حدیث مبارکہ مسلمہ و معتبرہ احادیث میں سے ایک حدیث ہے۔ لیکن اس کی تفسیر سے اکثر عارفین حیرت زدہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبکہ انسان کا خوش بخت یا بد بخت ہونا رحم مادر ہی سے مربوط ہے بلکہ رحم مادر ہی سے لکھا ہوا ہے کہ مولود خوشبخت ہے یا بد بخت ہے تو بعثت انبیاء و مرسلین کی کیا ضرورت ہے؟ اور بشارت و نذارت کس لئے ہے؟۔ دعوت حق اور ہدایت منجانب خدا کس کام آئے گی؟۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہر ایک شخص اس دنیا میں اچھے برے کام کرنے میں مختار ہے خواہ اعمال صالحہ بجالائے یا گناہ کا ارتکاب کرے۔ اپنی اصلاح کرنا خود انسان کا اختیاری فعل ہے اور اس کے برعکس بھی۔ البتہ تخم نیکی و بدی کا تعلق رحم مادر سے ہے نیکی و بدی دوران رحم مادر ثبت ہوتی ہے لیکن چونکہ عمل کا تعلق دنیا سے ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مکلف ہوتا ہے تو اس کے اعمال کی بنا پر اکثر اوقات راہ نمائی اور رہبری بے اثر ہوتی ہے اور وہ شقی ازلی کہلاتا ہے۔

لیکن یہاں تک پہنچنے کے بعد یہ دشواری حائل ہوتی ہے کہ اس صورت میں کہ رحم مادر میں منجانب فطرہ مثبت ہونا کہ مولود خوشبخت ہے یا بد بخت تو جبر ثابت ہے اور اختیار سلب متصور ہوتا ہے حالانکہ رحم مادر عالم

تکلیفی نہیں ہے اور نطفہ بے شعوری ہے یہاں تک ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ والد الحرام داخل بہشت نہیں ہو گا اگر دنیا میں اس کا عقیدہ و عمل۔ مطابق شریعت مطہرہ ہے تو اس کو حظائر جنت میں جگہ ملے گی۔ یعنی کہ قرب جنت میں رہے گا ہم یہ کہتے ہیں کہ اولاً "صیریحاً" قرآن کی آیات یہ ہیں کہ جب نطفہ رحم مادر میں قرار پاتا ہے تو وہ باشعور ہوتا ہے کیونکہ نطفہ بذات موجودات ہیں سے ایک شے ہے اور زندہ شے ہے اور اپنی استعداد فطریہ کے اعتبار سے مکلف بھی ہے۔

وما من دابۃ فی الارض ولا طیر بطیر بجناحہ
الامم امثالکم الخ (سورہ الانعام آیت نمبر 38) زمین میں جو چلنے پھرنے والا حیوان ہے یا اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے ان کی بھی تمہاری طرح جماعتیں بھی ہیں۔ ومن امته الاخلا فیہا نذیر (سورہ فاطر آیت نمبر 24) اور کوئی امت دنیا میں ایسی نہیں گزری کہ اس کے پاس ہمارا ڈرانے والا رسول نہ آیا ہو۔ وان من شی الا یسبح بحملہ ولكن لا یفقیہون تسبیحہم (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 44) سارے جہان میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جو اس کی حمد و ثناء کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و کثیرا من الناس (سورہ الحج آیت نمبر 18) کیا تم نے اس کو بھی نہیں دیکھا کہ جو لوگ اسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور آفتاب و ماہ تاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور

چوپائے (غرضکہ) کل مخلوق اور آدمیوں میں سے بہت سے لوگ سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے کہتے ہیں کہ تسبیح و سجدہ جن وائس کی تسبیح و سجدہ کے علاوہ تشریعی نہیں ہے بلکہ تکوینی ہے اس صورت میں کلمہ (لاتفقهون تسبیحہم) و کلمہ (وکثیر من الناس) تشریعی ہونا ہر لحظہ ثابت ہوتا ہے اور اگر تکوینی ہے تو تمام مردم، (اشخاص) ساجدین میں داخل ہوتے ہیں خواہ وہ سجدہ کریں یا نہ کریں اس صورت میں جزویت لازم نہیں آتی علاوہ ازیں وہ قرآن اور احادیث و اخبار میں ہر نوع از حیوانات مثلاً مرغ، کبوتر ان سب کے سب کی تسبیح کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے الم ترا ان اللہ یسبح له من فی السموت والارض و الطیر صفت کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ واللہ علیم بما یفعلون (سورہ النور آیت نمبر ۴۱) ترجمہ۔ کیا تو نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ جتنی مخلوقات سارے آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے پر پھیلائے۔ (غرض سب) اسی کی تسبیح کیا کرتے ہیں سب کے سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ خوب جانتے ہیں۔ اور جو کچھ یہ کیا کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے۔

اب ہم رحم و بطون امہات کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ یہ متفق ہے کہ جب جنین یعنی کہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو (مشین الراساؤنڈ) کے ذریعہ مشاہدہ کیا گیا تو پدر و مادر کا ازدواجی تعلق ہونے پر وہ لطفہ کہ جو رحم مادر میں قرار لیتا ہے کمال درجہ پر اختیار و باشعور پایا گیا۔ کیونکہ ایک فرد زمانہ باء دراز سے افراد شاد ہے اس صورت میں کہ جب وہ لطفہ پدر میں

تھا اور رحم مادر میں تھا۔ اور اپنی نوع کی پیشی حاصل کرتا ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نطفہ رحم مادر میں نہیں پہنچتا عارضی سبب کی وجہ سے۔ اور اکثر و بیشتر نطفہ رحم مادر میں پہنچ جاتا ہے جو اس کے باشعور ہونے کی دلالت کرتا ہے اس صورت میں عدل اس امر کا متقاضی ہے کہ ولد الزنا جنت میں داخل نہ کیا جائے۔ اور چونکہ دنیا میں اعمال صالحہ اور عقائد حقہ اختیار کئے ہیں لہذا حظائر جنت میں جگہ دی جائے پس خدائے عادل اس کو اس صورت میں بطور سزا حظائر میں جگہ دے گا کیونکہ نطفہ صلب بدر میں اور رحم مادر میں جب پہنچا تو غیر شرعی طریقہ سے بس اس کی ابتداء ہی حرام امر پر منحصر ہے بس پیدا ہونے کے بعد اس غریب کو والدین کیلئے کی یہ سزا ملی کہ جنت سے محروم رہا۔ اس لئے کہا بہشت پاک و حلال زادہ کے لئے ہے اور ضمناً یہ بھی واضح رہے کہ زانی اور زانیہ عورت دونوں کو معینہ تعداد میں کوڑوں کی سزا یا پتھر مار کر سنگ سار کیا جائے۔ (و مارکب بظلام للعبید) (سورہ حم سجدہ آیت نمبر 46) (اور تمہارا پروردگار) تو بندوں پر کہیں ظلم نہیں کرتا)

اس صورت میں (السعيد سعيد في بطن امه والشقى شقى في بطن امه صحیح جائز ہے اور انبیاء و مرسلین (ع) کے راہنمائی، بشارت و نذارت واضح اور روشن و جلی اور آسان ہے مرسلین (ع) کا ہدایت کرنا یعنی کہ ان لوگوں کو ہدایت کرنا جو سعید ہیں بعنوان تذکر و یاد آوری ہے افراد خوش بخت و پاک سرشت کی تربیت اگر ایسے ماحول میں ہو جو فسق و فجور میں آلودہ ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اپنی پاک سرشت سے آگاہ نہیں ہیں وہ

ہادیان برحق کی رہنمائی اور کلمات حق کے سننے سے سعادت کی طرف آتے ہیں اور حزب الہی میں داخل ہوتے ہیں یہ سعادت کا معاملہ رحم مادر ہی میں ان سے مربوط ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وذرکان الذکرئ تنفع المومنین (سورہ الذریت آیت ۵۵) (اور نصیحت کئے جاؤ کیونکہ نصیحت مومنین کو فائدہ دیتی ہے) انما انت مذکر ○ لست علیہم بمضیطر ○ سورہ الغاشیہ آیت ۲۲) تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو تم تو ان پر داروغہ نہیں ہو پس نتیجہ بعثت پاک بندوں اور اہل ایمان کیلئے ہے تاکہ وہ غفلت میں نہ رہیں اور گروہ اشتیاق اور بد بخت لوگوں پر حجت تمام ہو جائے کہ وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم پر تو نے حجت تمام نہیں کی اور ہماری طرف انبیاء مبعوث نہیں کئے جیسا کہ قرآن میں وارد ہوا ہے لئلا یکون للناس علی اللہ حجتہ بعد الرسل۔ (سورۃ النساء آیت ۶۵) پیغمبر بھیجے تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے) بعثت انبیاء و مرسلین کی غرض یہ ہے کہ خدا پر لوگوں کی حجت باقی نہ رہے اور دین اسلام اختیار کریں کوئی امر مانع نہ ہو اور ہم مسلمان شمار ہوں۔

یہ حدیث شریف کہ زیبائش بدن، چہرہ کی خوبصورتی اور قد و قامت، اعضاء و جوارح کا معتدل ہونا خوش بختی و سعادت کی نشانی ہے مختلف

نوٹ آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ چونکہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد تمام اشخاص ایک دوسرے سے غلط طوط ہو جاتے ہیں خواہ وہ نیکی اختیار کریں یا بدی کی طرف قدم بڑھائیں پس خداوند عالم نے ان

طریقوں سے بیان کی گئی ہے اور مذکورہ تمام چیزوں کی تکمیل رحم مادر میں ہوتی ہے۔

اگر کوئی آدمی دنیا میں چشم بصیرت سے کام نہیں لیتا تو وہ آخرت میں گویا خالی ہاتھ جائے گا جو کہ مترادف بد نصیبی ہے۔ اور ایمان و عبادت اور محبت اہلبیتؑ رسول خدا کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو سعادت اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے کہ جو وقت نزع سے لے کے آخرت کی آخری منزل تک ساتھ رہتی ہے اور وہ فائز المرام ہوتا ہے البتہ رحم مادر میں جسمانی تکمیل اور حسن صورت کو دخل حاصل ہے اور دنیا میں تکمیل سیرت و کردار انسان کے حسن صورت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ دنیا سے انسان سفر آخرت اس صورت میں اختیار کرے کہ بد بختی ہمسفر ہو تو واضح رہے کہ دنیا میں دوبارہ نہیں آنا ہو گا کہ اعمال صالحہ بجالائے پس دنیا میں انسان کیلئے مزرع آخرت ہے۔

دامن	دشت	عدم	گیاہ	ندارد
وای	برآن	کس	کہ	زاد
			راہ	ندارد

ن ہدایت کیلئے انبیاء و مرسلین بھیجے تاکہ افراد کی تربیت ہدایت پر ہو کیونکہ انبیاءؑ ود ہدایت یافتہ ہوتے ہیں لہذا انبیاءؑ حجت خدا ہیں۔ اور چونکہ آنحضرتؐ پر نبوت ختم ہو گئی ہے بعد اب آئمہ معصومینؑ کہ جو مخصوص من اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامزد کئے ہوئے ہیں حجت خدا ہیں۔

عدم کے صحرا زار میں سبزہ نہیں ہوتا۔ وہ تو دشت بے گیاه ہے افسوس و
 حسرت ناک ہے وہ شخص کہ جس کے پاس سفر آخرت کیلئے زادِ راہ نہ ہو
 زادِ راہ آخرت ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بانتمہ برحق اور اعمال
 حسنہ ہیں کہ جب تک انسان زندہ ہے مہیا کر سکتا ہے اور یہی نشان آدمیت
 ہے۔

بزرگ اور بزرگوار کون ہے

وَيُؤْتِيهِمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَفَ نَفْسِهِ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩١﴾ (سورہ حشر آیت ۹) یعنی کہ

اور اگرچہ اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کو حرص سے بچائے گا تو ایسے ہی لوگ اپنی دل مرادیں پائیں گے۔

السيد من تحمل اثقال اخوانه واحسن مجاورة حيرانه
(ارشاد حضرت امیر المومنین علیؑ)

تمام مخلوقات میں سے چند ایسی ہیں جو بزرگی و بزرگواری رکھتی ہیں اور ان کی سعادت (بزرگی) سب پر عیاں ہے اور البتہ بغیر حکمت و سبب، سعادت حاصل نہیں ہے بلکہ ان کا دائرہ فعالیت یعنی ان کے کارہاء نمایاں بغیر کسی نکوکاری کے ہیں۔

آفتاب، رئیس مجموعہ روشنی ہے ماہ تاب اور ستاروں سیاروں کے بالمقابل عظیم ہے اسکی بزرگی ظاہر ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ زمین کی حیات، آفتاب ہی کی بدولت ہے کہ اس سے کثیر فوائد زمین کو پہنچتے ہیں علاوہ دنیائے ہست و نمو میں آفتاب کی افادیت جاری و ساری ہے ہر لحظہ میں کہ آتشیں سے ہزاروں تودہ نور و حرارت حاصل کئے جاتے ہیں جو زندگانی میں ممدو معاون ہیں اسکی وجہ سے فلکی ثوابت و سیارگان اور چاند کا محور آفتاب عالم تاب ہے۔ شمع رات بھر اپنے آپ کو جلاتی ہے اپنے وجود کو

ختم کر دیتی ہے مگر مجلس کو روشن کر دیتی ہے گویا کہ وہ آدمی پر اپنی زندگی قربان کر دیتی ہے بایں سبب شمع بہت محبوب متصور ہوتی ہے۔ باپ اور ماں یعنی کہ والدین ہر لمحہ اپنی اولاد کی تربیت اور نگاہ داری میں صرف کرتے ہیں کہ فرزند بصحت و غافیت رہے بغیر اس کے کہ والدین کے پیش نظریہ چیز ہو کہ بچہ جوان ہو کر ہماری خدمت کرے گا اور اس سبب سے عقلاً ”و شرعاً“ وہ اپنی اولاد کی نظر میں مستحق احترام و طاعت ہیں پس بزرگی اور بزرگواری خدمت خلق پر منحصر ہے اور وہ بھی بغیر کسی لالچ و طمع ذاتی کے جس کسی شخص نے افراد ملت کی خدمت کی اور اپنے آپکو ملت کیلئے وقف کر دیا اور کسی اجر کا طالب نہ ہو تو وہ حقیقی معنی میں بزرگ قوم ہے البتہ قوم کی طرف سے بطور انعام و اکرام کا پیش کیا جائے تو وہ ایک نشان بزرگی و بزرگواری مقصود ہوگا اور اس طرح جذبہ خدمت خلق اور خود آدمیت کا ظہور عمل میں آتا ہے جو باعث زیب و زین ہے آقا و سرپرست اس امر کے منتظر رہتے ہیں کہ افراد ملت کو حتی الوسع فائدہ پہنچے سرداران قوم، اس زمین کی مانند ہیں کہ جو ایک دانہ کو اپنے آغوش میں جب پرورش کرتی ہے یعنی کہ جب ایک دانہ کاشت کیا جاتا ہے تو ایک ایک دانہ سے ستر ستر دانہ واپس کرتی ہے مرسلین اور ہادیان برحق کو جو حق و حقیقت آشنا ہوتے ہیں افراد انسان کی رہبری کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں اور وہ قریہ الی اللہ انسان کو شرعی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں صحیح معنوں میں وہ آدمیت کو سنوارتے ہیں یہ ہادیان برحق کسی اجر و مزدوری کے طالب نہیں ہوتے قریہ الی اللہ دینی طور پر خدمت انجام دیتے ہیں اور اسکی مزدوری ان کے نزدیک یہ ہے کہ ہر ایک شخص یوم جزا خوش

بخت ثابت ہو اسی لئے انبیاء و اوصیاء یہ فرماتے رہے ان اجری الاعلیٰ اللہ کہ ہمارا اجر تو بس اللہ ہی پڑھے حضرات محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین نے تو انسان کی عاقبت بئیر ہونے میں جان و مال تک قربانیاں دینے سے گریز نہیں کی جس قدر قربانیاں آل رسولؐ نے بقائے دین کی خاطر دی ہیں وہ روز روشن کی طرح تابندہ ہیں اور انہی قربانیوں میں آدمیت مضمحل ہے آل رسولؐ تو آخرت میں وسیلہ شفاعت امت ہیں اور روز آخرت ان کا یہ ورد ہوگا کہ کہاں ہیں ہمارے شیعہ جبکہ تمام لوگ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے پس دنیا و آخرت دونوں میں سرداری بزرگی، بزرگواری امت مسلمہ آل رسول صلوات اللہ علیہم کو حاصل ہے ان کا یہ شعار ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تم کو بس خالص خدا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے چیز کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے طالب ہیں (ملاحظہ ہو سورہ الدھر آیت ۱۰) پس ان ذوات مقدسہ ہی کیلئے سعادت مختص ہے۔

سید الانبیاء حضرت رسول خدا ﷺ نے کلمہ توحید کے پہنچانے میں اور انسانوں کو ظلمت کدہ کفر و شرک سے نکلانے میں از حد تکالیف اور اذیتیں اٹھائی اور اس بارے میں آپ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے ما وزی بنی ما اوزیت کہ کسی نبی نے اتنی اذیت نہیں اٹھائی جس قدر کہ میں راہ تبلیغ میں اذیت اٹائی ہے خود بہ نفس نفیس اذیتیں اٹھائیں مگر انسانوں اور سعادت پر گامزن کیا اور آدمیت کے نقش و نگار آراستہ کئے یہاں تک خداوند عالم نے حکم دیا کہ اے رسول ﷺ تم کہہ دو قل ما اسئلکم علیہ اجرًا وما انا من المتکلفین ○ (سورہ ص آیت ۸۶) یعنی کہے اے

رسول تم کہہ دو کہ میں تو تم سے نہ اس (تبلیغ رسالت) کی مزدوری (مانگتا ہوں) اور نہ میں جھوٹ مونٹ بناوٹ کرنے والا ہوں۔ ایک دوسری جگہ یہ فرمایا ہے قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی (سورہ النور آیہ ۲۳) (اے رسول) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قربت داروں (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ اہل بیت سے مراد علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسینؑ اور امام حسینؑ کی ذریت طاہرہ میں باقی نواسہ معصومینؑ مراد ہیں یہ ہی آل اللہ ہیں اور ان کی رضا خدا کی رضا ہے خداوند عالم نے ان کی اطاعت واجب قرار دی ہے کہو کہ اس آیت میں لفظ قل وارد ہوا ہے۔ جو کہ اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کی محبت کے بارے میں حکم خدا کے تحت سوال کیا ہے پس اگر کسی امتی نے اہل بیت طاہرین سے محبت و مودۃ نہ کی تو وہ خدا کی بارگاہ میں جوابدہ ہوگا بہر حال تمام مرسلین نے اور خصوصا آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں ادمیت کو برقرار رکھنے اور دین خدا کی تبلیغ کرنے میں بہت اذیتیں اٹھاتی ہیں اور اپنے اہلبیتؑ کو بھی حفظ ناموس شریعت الہیہ اور دین اسلام کی وصیت فرمائی ہے جس پر آل عباؑ نے تادم زیست عمل کیا ہے۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہو گیا بس کربلا کے بعد

”زبان حال بلکہ تفسیر مقال آنحضرت ﷺ

گویا کہ آنحضرت ﷺ نے بزبان حال یہ فرمایا اے برادرِ اے میرے چچا زاد بھائی، اے میرے وصی برحق اے امیر المومنین، اے ولی اللہ، اے امام امت، میں جانتا ہوں کہ میری رحلت کے بعد تیرا حق خلافت چھینا جائے گا اے سیف ذوالجلال اور اے تلوارِ قہماںِ فعال، ایسا نہ ہو کہ تو ذوالفقارِ نیام سے نکالے میری امت کے ساتھ لطف و کرم و مہربانی و عطوفت سے پیش آنا اے پارہ جگر میری بیٹی فاطمہؑ۔ لوگ جب تجھ سے تیرا باغِ فدک غصب کریں تو اے فاطمہؑ تو صبر و سکون سے کام لینا۔

اے میرے فرزند حسن مجتبیٰ، اے میری فاطمہؑ بیٹی کے نورِ نظر، اے سید و سردارِ جوانانِ بہشت میں جانتا ہوں کہ پسرِ ابوسفیان معاویہؓ تیرے ساتھ حیلہ و مکر سے کام لے گا۔ دینِ خدا ویران و برباد کرے گا تو اس سے صلح کر لینا، جنگ نہ کرنا۔

اے میرے سبطِ اصغرِ حسینؑ اے خامس آلِ عبا، تیرے زمانہ میں یزید بن معاویہؓ تختِ خلافت پر متمکن ہوگا اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلے گا احکامِ الہیہ کو پس پشت ڈال دے گا اے حسینؑ تو اس وقت کربلا میں شہید ہو کر اپنے خون سے قلمِ سرخ کر کے اس کی خلافت اور اسکے کردار پر خطِ تمسّخ پھیر دینا تاکہ میرا دین باقی رہے۔

شاہِ مظلوم تیرا نام رہے گا باقی
ساتھ اس نام کے اسلام رہے گا باقی

بہر کیف آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو حفظ اسلام اور بقائے شریعت کی وصیت کی جسے ان ذوات مقدسہ اس طرح انجام دیا کہ جس کی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی آنحضرت نے اپنے اہلبیت طاہرین کے بارے میں ارشاد فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی مالن تمسکتم بہمالن تضلوا بعدی یعنی اے گروہ مسلمانان میں تمہارے درمیان دو گرانقدر خبریں چھوڑے جاتا ہوں ان میں ایک کتاب اللہ (قرآن) سے دوسرے میری اہلبیت طاہرین جو میری عترت ہیں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں چیزیں آپس میں متحد ہیں ان میں کہیں جدائی نہ ہوگی یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں میرا تم پر حق ہے اور میں تم سے اپنا حق (اجر رسالت) مانگ رہا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت میں آدمیت اسی میں مضمر ہے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق باقی نہ رہے تاکہ وہ عند اللہ مسئول نہ ہو۔

دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے

الدنیا سبب حسن المومن وجنتہ الکافر

اس کلمہ مبارک کی معنویت اور تفسیر سے خاص و عام سب ہی آگاہی رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دنیا اسی وضع اور چال پر چل رہی ہے کہ مومن خستہ حال اور منافق و کافر بے دین خوشحال ہیں۔ مومن کی آخری منزل جنت ہے کہ جہاں آسائش و آرام ہے پس دنیا مرد مومن کیلئے زندان (قید خانہ) ہے اور چونکہ کافرین و مشرکین کیلئے دوزخ ہے کہ جہاں تکلیف ہی تکلیف ہے پس ان کیلئے دنیا بمنزلہ جنت ہے..... ایک روز حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنے جلال و جاہ سیادت و امامت ایک گران بہا مرکب پر سوار ہو۔ اور آپ کے جلو میں کچھ اصحاب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار تھے اور کچھ پیادہ بھی تھے اور جب یہ سواری مدینہ کے ایک کوچہ سے گزری تو یہودیوں کا ایک گروہ موجود تھا ان میں سے ایک یہودی نے عرض کیا کہ تم یہ کہتے ہو کہ دنیا مرد مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے بہشت ہے آپ خود غور فرمائیں کہ اس وقت تو معاملہ برعکس نظر آ رہا ہے کہ ہم غربت و افلاس میں مبتلا ہیں اور آپ کے پاس نعمت و عزت فراواں ہے حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اے مرد یہودی میری یہ دنیا تو پسند کرتا ہے بہ نسبت اس کے جنت و عدن اور مقامات عالیہ جو نزد خداوند عالم ہیں اور میں وہ مقامات رکھتا ہوں البتہ مانند

زندان و جہنم ہے اور یہ وضع پریشان و کیفیت تیرے واسطے نفرت بخش ہے تو
 کیا یہ جہنم کی برابر ہے کہ جو کافروں کا مسکن و ماویٰ ہے یا یہ کہ تیرے لئے
 فردوس بریں ہے ہمارے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ یہ کلمہ
 مبارکہ دوسرے معنی بھی رکھتا ہے جو اس سے بالاتر ہیں منجملہ اس کے
 کہ مومن اس دنیا میں مختلف قسم کے مصائب سے دوچار رہتا ہے گویا کہ
 مومن اور تکالیف آپس تو ام ہیں حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے من
 احبنی فلیستعد للبلای یعنی کہ فرمایا کہ جو ہم کو دوست رکھتا ہے اس
 کو چاہئے کہ بلاء و مصیبت کیلئے تیار رہے اور یہ مثل مشہور معروف کہ ابلاء
 للولاء کہ بلا اور محبت لازم و ملزوم ہیں چنانچہ ایسا ہی خداوند عالم نے ارشاد
 فرمایا ہے کہ میں اپنے مقرب بندوں کیلئے بلاء و مصائب کا تحفہ دیتا ہوں مقصد
 یہ ہے کہ ہر ایک مقرب خدا کیلئے مصائب و آلام منجانب خدا تحفہ ہیں کہ اس
 کا انجام آخرت میں انتہائی خوشگوار ہے پس چونکہ مومن کیلئے بلاء و آلام میں
 رہنا ضروری ہے پس اس لحاظ سے یہ زندگانی ایسی ہے گویا کہ زندان میں
 گزری ہو اور چونکہ بعد مردن وہ رحمت پروردگار میں ہوگا کہ جو فردوس بریں
 سے بھی افضل و اعلیٰ ہے پس مومن کی اخروی زندگی اس کیلئے وجوب جنت
 ہے دو فرشتے فضاء میں باہم ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا
 کیا دیکھا ایک کہتا ہے کہ ایک کافر نے اپنے وقت موت ایک عمدہ مچھلی
 کھانے کی خواہش ظاہر کی خداوند عالم نے مجھے حکم دیا کہ اس کیلئے ایک
 بریاں مچھلی فراہم کروں چنانچہ میں حکم خدا بجالایا اور اس کو مچھلی پیش کی
 دوسرے فرشتے نے کہا کہ ایک مرد مومن نے وقت مرگ ایک روغن کی

آرزو ظاہر کی وہ میں نے اس کیلئے فراہم کیا اور اس نے تناول فرمایا میں خدا
وہند عالم کی طرف سے مامور ہوا ہوں کہ محب خدا کیلئے اپنے پر زمین بچھا دوں
اس مقام پر مجھوں کا مقولہ یاد آتا ہے کہ جسے شاعر نے نظم کیا ہے

اگر با دیگر انش بود میلی

چرا ظرف مرا بشکست لیلی

یعنی کہ اگر تو (اے لیلیٰ) دوسروں کے ساتھ التفات رکھتی ہے تو پھر ظرف
کس لئے توڑ ڈالا ہاں کافرو ناشناس خدا کو محبوب کی طرف سے یہ تحفہ نہیں
ہے وہ ہمیشہ لہو و لعب میں مبتلا رہتا ہے۔ عرض کر رہا ہوں کہ خداوند عالم اپنے
مطیع و اطاعت گزار بندے کو بلاء و مصیبت کو ہدایہ فرماتا ہے جو کہ عین
لطف و مرحمت خداوندی ہے انسان کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ
دولت و ثروت و صحت ہونے کی بنا پر تکبر پسند ہو جاتا ہے وہ منکر المزاج
نہیں رہتا۔ بلکہ دوسروں پر ستم و جور کرنا شروع کر دیتا ہے خدا کو بھول جاتا
ہے بلکہ مثل فرعون کہتا ہے کہ انا ربکم الاعلیٰ کہ میں تمہارا رب اعلیٰ
ہوں اور بزعم خود کہتا ہے کہ آج کے دن کس کی حکومت ہے اس طرح وہ
دونوں جہان (دنیا اور آخرت) میں بد بخت شمار ہوتا ہے ذالک ہو
الخسران المبین سورہ الحج آیت ۱۱ یہی تو صریح گھٹا ہے کلا ان
الانسان لیطغی ○ ان را استغنی ○ (سورہ العلق آیات ۶۱۵) سن
لو بے شک انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے لیکن
اگر انسان نازک مزاج ہو اور بلاء و مصائب میں مبتلا ہو اور کوئی اس کا یار و
مددگار بھی نہ ہو تو خداوند عالم اپنے لطف و کرم سے اس کیلئے چارہ گر مہیا

کردیتا ہے اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جس قدر مصائب زیادہ ہوتے ہیں اس قدر انسان خدا رسیدہ ہوتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ مجھے دل شکستہ زیادہ پسند ہے انا عند قلوب المنکسرہ کہ میں شکستہ دلوں کے نزدیک ہوں

شیشہ جو بشکست نزد شیشہ گر آید یعنی کہ جب شیشہ ٹوٹ جاتا ہے تو آخرش شیشہ گر کے پاس لایا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ خدا ہی کی طرف تمام کائنات کی حاجتیں منتہی ہوتی ہیں وہ ہی قاضی الحاجات ہے۔ ہاں مرتبہ اس سے بالاتر اور بزرگ تر تصور میں نہیں آسکتا کہ سلطان السلاطین خدائے ذوالجلال میرے خانہ دل میں جلوہ فگن ہے اور اس کی طرف سے بلا اور مصیبت ایک تحفہ گران بہا ہے۔

ترا خواہم نخواہم رحمت گر امتحان خواہی
در رحمت فرو برسد و ابواب بلا بکشا
اگر امتحان لینا ہی تیری رحمت کو منظور ہے تو در رحمت بند کر دے اور
مجھ پر بلا و مصیبت کے دروازے کھول دے

اس کلمہ مبارک کے یہ معنی بھی ہیں کہ نفس مومن ہمیشہ قلعہ ایمان میں مقید اور محصور رہتا ہے یعنی کہ اس میں سوائے یاد خدا اور یاد مقربین خدا کچھ اور نہیں ہوتا۔ مومن ہمہ وقت احکام الہیہ کا پابند ہوتا ہے اور اس کے برخلاف کافر اپنی زندگی آزادانہ بسر کرتا ہے مومن تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر خدا کی بارگاہ میں نماز ہائے یومیہ ادا کرتا ہے اور اظہار بندگی کرتا ہے رمضان المبارک میں پورے روزے رکھتا ہے خمس و زکوٰۃ حج و جماد جو

استطاعت ادا کرتا ہے اور مستحبات پر بھی عمل پیرا ہوتا ہے حق کی مراعات پیش نظر رکھتا ہے اور اس کی آنکھیں خیانت سے محفوظ رہتی ہیں وہ تو زور سے قہقہہ لگانا بھی مکروہ تصور کرتا ہے۔ اور مکروہات سے اجتناب کرتا ہے اور روز قیامت حساب و کتاب سے ڈرتا ہے ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئلہ (سورہ بنی اسرائیل) یعنی کہ جس چیز کا تمہیں یقین نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی کہ اس کا تجسس نہ کرو) کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان سب کی (قیامت کے دن) یقیناً "باز پرس ہوتی ہے اس سے بھی بالاتر۔ یہ ہے کہ مومن روزانہ کی ہر عبادت کے وقت یہ تصور کرتا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہے لہذا دنیا اور مافیا سے بے نیاز ہوتا ہے اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اس قدر نہایت محسوس کرتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ ہلاکت کو پہنچ جائے لیکن چونکہ خودکشی حرام ہے بنا بریں درتوبہ پر گریہ کنائں رہتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو۔ مومن طالب نعمت اخروی رہتا ہے مومنین کی خدمت کرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے اور یہی چیزیں جامہ آدمیت ہیں اگر انسان اس جامہ مبارکہ سے آراستہ نہیں ہے تو صورت میں آدمی ہے مگر آدمیت سے عاری ہے اگر وہ صفات آدمیت سے آراستہ ہے اور راہ خدا میں جان و مال نثار کرنے سے گریزاں نہیں ہوتا وہ نظر خدا میں مستحق آسائش اخروی ہے۔

الجنة حفت بالمکاره جنت سختیاں برداشت کر کے حاصل ہوتی ہے اور سختیوں سے یہ مراد ہے کہ اطاعت الہیہ میں اپنے خواہشات کو محدود کرے۔ اگرچہ

ایسا کرنا بالطبع مشکل ترین کام ہے لیکن انجام کار، راحت دائمی ہے ورنہ دائمی قید خانہ ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اطاعت ہی کے ذریعہ، بندہ اور خدا کے درمیان مادی حجاب اٹھ جاتے ہیں جسکی ظاہری صورت وصال خداوند عالم ہے اور پھر اس شخص کی نظر میں دنیا تاریک اور قید خانہ معلوم ہوتی ہے اس کو سوائے لقائے ربی کوئی اور چیز پسند نہیں ہوتی۔ انبیاء سابقین کے حالات میں ملتا ہے کہ حضرت شعیبؑ رات دن گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ نابینا ہو گئے۔ یہاں تک کہ خدائے کریم نے ان کو دوبارہ بینائی عطا کی اور وہ بینا ہو گئے۔ حتیٰ کہ چوتھی مرتبہ نابینا ہونے پر خداوند تعالیٰ نے فرمایا اے شعیب تمہاری گریہ وزاری خوف جنم کی وجہ سے ہے تو میں نے تم پر جنم حرام کر دیا اور اگر برائے بہشت گریہ و زاری ہے تو تم آسانی داخل جنت ہو گے۔ آخر کب تک گریہ کرو گے اور آنکھوں کا نور ختم کرو گے جناب شعیبؑ نے کہا اے پروردگار اس وقت تک گریہ کروں گا جب تک کہ دنیا سے رخصت ہوں۔ میرا گریہ کرنا نہ خوف جنم سے ہے اور نہ طمع جنت کی بنا پر ہے مجھے تو تیری لقاء کی خواہش ہے۔

شادی	دل	جز	نعم	یار	نیست
وای	بر آن	دل	کہ	گرفتار	نیست

ہماری شادی و خوشی اسی میں ہے کہ غم یار و محبوب دل میں ہو یعنی غم یار (یاد دوست) یعنی کہ یاد خدا دل میں رہے افسوس ہے اس دل پر کہ جس میں یاد دوست نہ ہو۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اس وقت کہ جب ابن ملجم ملعون نے حالت نماز میں آپؑ کے سر مبارک پر زہر

آلودہ تلوار لگائی اور آپ کو زخمی کیا کہ جس سے آپ شہید ہوئے تو اس وقت امیر المومنین نے یہ فرمایا فزت برب الکعبہ کہ بخدا میں کامیاب و فائز المرام ہو گیا کہ اب لقاء رب ذوالجلال اور وصال دوست نصیب ہو گا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا یہ ارشاد مبارک مشہور معروف ہے کہ آپ نے فرمایا ہے الی ماعبد تک خوفاً من النارک ولا طمعاً فی جنتک ولكن ایتک اهلاً للعبادة فعبدتک یعنی کہ اے خداوند عالم میں تیری عبادت تیرے جہنم کے خوف سے یا جنت کے لالچ میں نہیں کرتا میں نے تو تجھے قابل و لائق عبادت پایا پس میں تیری عبادت کرتا ہوں۔

حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ روز عاشور محرم جبکہ دشت قتل میں مصائب و آلام میں تھے اپنی حیات ظاہری کے آخری لمحات میں خداوند عالم سے یہ خطاب فرمایا ہے۔

تراکت	الخلق	طرائف	ہوا	کا
وایتمت	العیال	لک	اراکا	
لئن	قطعتنی	فی	الحب	اربا
لما	مال	الفواد	انی	سوا کا

حقیقت میں اہل یقین و ایمان کیلئے دنیائے فانی قید خانہ ہے۔ جسم کیلئے خوراک و لباس چاہئے اور برائے زندگانی کھانے پینے کی چیزیں چاہئیں۔ خواہ و غفلت، سیر و تفریح بھی زندگانی کیلئے لازمی ہیں اور انسانی افکار، صحت و بقاء اور راحت و آرام کی جویاں رہتی ہیں مختصر یہ ہے کہ بندہ اور خدا کے

درمیان ضخیم ترین سینکڑوں حجاب پڑے ہوئے ہیں وقد ورد عن ابی الحسنؑ الدنيا سبحن المومن والقبر حصنه والجنه ماویٰ والدنيا جنه الکافر والقبر سبحنه والنار ماویٰ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کیلئے زندان ہے اور قبر مثل قلعہ ہے اور جنت اس کا (مومن کا) اپنا گھر ہے۔ اور برعکس دنیا کافر کیلئے جنت، قبر، زندان اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

خداوند تعالیٰ کی لقاء بطور حس ممکن نہیں ہے بلکہ ایمان کامل اور اعمال حسنہ پر موقوف ہے مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم کی رضا و خوشنودی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ انسان اطاعت گزار ہو اور ایمان استوار ہو ورنہ لقاء بمعنی دیدار نہیں ہیں۔

فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادہ ربہ احداً (سورۃ الکہف آیت ۱۱۰) یعنی کہ توجو شخص آرزو مند ہو کر اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوگا تو اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

صبر و بردباری

﴿۱۰۰﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ترجمہ: جب ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو وہ بول اٹھے کہ ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یہ ایک بدیہی چیز ہے کہ روز افزوں مصائب اور ناخوشگوار حالات روزگار جسم و جان کو مثل شمع جلا دیتے ہیں انسان کی یکساں حالت نہیں رہتی اور مجموعی طور پر ہر مصیبت اور آنے والی کمزوریاں کو اگرچہ دور کرنے کے وسائل بھی پیشگی طور پر مد نظر رہتے ہیں مگر موثر نہیں ہیں اور اگرچہ ناگمانی ہیں غم انگیز ہیں اور باعث پریشانی ہیں۔ مثلاً موسم سرما میں سرد خانوں میں اور موسم گرما میں مکانوں میں جو عموماً "گرم ہوتے ہیں طبعاً" مصائب اور سختیاں محسوس ہوتی ہیں۔ اور مجبور و بے سہارا لوگوں کے لئے تو بہت زیادہ تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ برخلاف اہل دولت و ثروت کے کہ ان کو وہ وسائل حاصل ہیں کہ موسم سرما میں سردی سے بچ سکیں اور گرمیوں میں گرمی اور تپش سے نجات حاصل کر سکیں۔ اور ایسے لوگ طرح طرح کے سامان تعیش و تفریح رکھتے ہیں۔ اسی طرح بھوک کہ دشمن ہے غمگین اور اندوگین کی لیکن ارباب ثروت دولت بھوک کو دوست رکھتے ہیں۔

میدان جنگ کمزوروں اور بزدلوں کے لئے مصیبت عظمیٰ ہے۔ اور دلیروں بہادروں کے لئے موجب خوشی و فرحت ہے۔ روز امتحان روز مرگ و مصیبت ہے ان اشخاص کے لئے کہ جو نکتے اور کمزور ہیں اور روز مسرت ہے ان کے لئے کہ جو ذہن و لطباع ہیں جہاں تک کہ ہم نے مصائب کا تجزیہ کیا

ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام مصائب سے گھبراتے ہیں کیونکہ ان کی حالت زبوں ہوتی ہے۔ دیوانے لوگ گریہ وزاری کرتے ہیں اور حالات سے فرار کر جاتے ہیں۔ بعض عاشق مزاج لوگ فراق سے تنگ آکر خود کشی کر لیتے ہیں حالانکہ یہ ان کا عمل رقیبوں کے بالمقابل شکست کا مترادف ہے۔ بہر کیف حوادث ناگہانی اکثر و بیشتر ہر ایک انسان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ حالانکہ ان حوادث سے نجات پانا بھی امکان انسان میں ہے۔ صبر و شکیبائی، سنجیدگی اور بردباری۔ تمام اوقات زندگی میں سرمایہ خوش بخت اور فیروز مندی ہیں۔ اور حوادث سے جنگ کرنا یعنی کہ ان کا صبر و حوصلہ کے ساتھ دفاع کرنا مردانگی کی نشانی ہے۔ اور اس طرح انسان اپنی زندگی خوشگوار بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ بہادر وقت مقابلہ خرم و خندان اور شاد خرامان وارد میدان جنگ ہوتے ہیں جو کہ بردبار لوگ ہیں وہ حقیقت میں خدائیں ہیں وہ بلا ہائے ناگہانی کے استقبال کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں مرزا۔ شعار المؤمنین حقیقت میں صاحبان صبر بردباری سامان جامعہ بشریت میں سے ہیں یعنی کہ بردبار اور صابر لوگ بعنوان دیگر متصف بہ صفت آدمیت ہوتے ہیں۔ آجیر اور مزدوری مرد صابر کے لئے بہر حال میں فیروز مندی ہے اگرچہ وہ حوادث کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن اس کا صابر رہنا بارگاہ خداوندی میں بے حساب اجر و ثواب کا موجب ہے۔ بے صبری موجب ناشکر گزاری ہے کہ جو متحسں نہیں ہے۔ مرد صابر و شاکر پر خواہ کس قدر نوع بہ نوع سختیاں اور دشواریاں ہو لیکن حوصلہ کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے یہ اس کی بردباری آدمیت کے گرانقدر سرمایہ میں سے ایک درجہ بہا ہے کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں اس کو نمایاں کرتا ہے۔ دنیا دار لوگوں کو چاہئے کہ ثروت و دولت کے ساتھ حوادث میں صبر و شکیبائی کو اپنائیں۔ آدمی کو

چاہیے کہ وہ صبر و سکون کی زرہ زیب تن رہے۔ حضرت امام جعفر صادق فرمایا ہے من اراد البقاء فليعد للمصائب قلباً صبوراً۔ یعنی کہ جو شخص اپنی زندگی چاہتا یہ اسے چاہئے کہ قلب صابر رکھے۔ یعنی کہ صبر انسان کی زندگی میں مسیحائی کا کام کرتا ہے۔ خداوند عالم کہ جس نے جہاں مادی کو خلق فرمایا ہے اپنی حکمت کاملہ سے اس کے طبق مقرر فرمائے ہیں۔ اور ان کو متغیر اور نا پائیدار بنایا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش کرے کہ کون ہے کہ جو شدائد اور حالات متغیری میں ثابت قدم رہتا ہے۔ اور کون ہے کہ جو ناشکر گزاری کرتا ہے۔ اگر صبر کرتا ہے تو آخرت بھی سازگار ہے ورنہ نہیں اور ایسا شخص دنیا میں بھی آرام پاسکتا ہے کیونکہ صبر دلیل راحت ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے یہ مصائب کس لئے پیدا کئے ہیں مگر ایسا کہنا کوتاہ نظری اور نادانی ہے۔ اس صورت میں پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موسم گرما و سرما۔ بھوک اور پیاس، ضعف پیری، کس لئے پیدا کی ہیں۔ آندھیاں، اور دریاؤں میں طغیانی آخر ان میں کیا حکمت ہے اگر حکمت الہیہ کو انسان نہ سمجھ سکے تو بھی ایسا کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ بھی بہ نوع و گرے صبری ہے غرضیکہ صبر و شکیبائی فیوزی کی وہ نشانی ہے جیسے عمارت بناتے وقت بنیاد میں اینٹ رکھتے ہیں اور جس قدر نیو مضبوط اور مستحکم ہو گئی عمارت کی زندگی استوار ہو گئی خواہ کوئی بھی شخص ہو تاجر ہو کہ صنعت کار مصیبت زدہ ہو کہ خوشحال، صبر اگرچہ تلخ ہے مگر سب کے لئے انجام کار میں شیریں اور خوشگوار ثابت ہوتا اور صبر و شکیبائی پر آیات و احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں ہم بغرض اختصار تمام روایات کو سپرد قریطاس نہیں کرتے ان اشعار کو قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

بِی اللہ للابرار بیتا سماءِ صوم و احزان و حیطانہ الضر
فادخلهم فیہ و اخلق بابہ و قال لهم مفتاح باکم الصبر

یعنی کہ خداوند تعالیٰ نے متقی اور نیکوکار لوگوں کے لئے مکانات تعمیر فرمائے ہیں کہ جن کا آسمان غم و آلام اور حزن و ملال ہے ان مکانوں کی دیواریں

نامرادی اور مایوسی ہے۔ پس امیر و نیک لوگ اپنے اپنے مکان میں داخل ہو گئے ہیں اور ہم دروازہ بند کر دیتے ہیں ارشاد ہوا ہے۔ کہ دروازہ کھولنے کی کنجی صبر ہے اور اس سے دروازہ کھل جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر وحی کی سوال کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو کہ ان تمام چیزوں سے زیادہ کہ جن پر آفتاب و ماہ تاب تابندہ ہوتے ہیں۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ خدایا میں تجھے دنیا کی ہر ایک دن سے زیادہ دوست رکھتا ہوں خداوند عالم نے فرمایا صبر علی خلقی و جفا لہم کما صبرت علی من اکل رزقی و عبد غیری اے موسیٰ صبر کرو میری مخلوقات کی جفاؤں پر خداوند عالم نے فرمایا اے موسیٰ میں بھی صبر کرتا ہوں کہ میری مخلوق میرا رزق کھاتی ہے مگر غیر اللہ کی عبادت کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صبر وہی صبر ہے کہ انسان قذر و قوت رکھتا ہو مگر پھر بھی صبر کرے تو یقیناً نشان آدمیت میں تابندگی کا پیدا ہونا یقینی امر ہے۔

غواصی در اقیانوسی خلقت

ولا یحیطون شی من علمہ الا بماشاء وسع کرسیہ السموات والارض (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۵) یعنی کہ خدا سب کچھ جانتا ہے اور لوگ اس کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ (جسے) جتنا چاہے (سکھا دے) اس کی کرسی سب آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (کرسی سے علم خداوند عالم مراد ہے کہ جو عین ذات ہے) غوطہ خور جب دریا میں بہت گہرے مقام پر غوطہ لگانے جاتا ہے تو اس کو اس کی گہرائی سے آگاہ کر دیتے ہیں کہ وہاں کے ذخائر تک پہنچ سکے۔ البتہ قوائے جسمانی غوطہ خور ہر چند یعنی کہ جس قدر بھی فوق العادہ غوطہ لگائے۔ پانی کی امواج کے بھاؤ اور پھیلاؤ کے بالمقابل کمزور و ناتوان متصور ہوتا ہے لیکن پھر بھی دریائی امواج کا تلاطم اور شور و غل سوائے خستگی و ناامیدی کے کوئی اور اثر نہیں کرتا سال ۱۳۲۲ شمسی میں یہ خادم دین کویت کے راستہ سے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا اور شہر ہفوف کہ جسے الحفوف کہتے ہیں وہاں بھی جانا ہوا کہ وہاں میرے بعض سعودیہ دوستوں نے مدعو کیا تھا اس شہر کے گردا گرد پانی کے قدرتی چشمے جاری ہیں اور ان چشموں میں طرح طرح کے وجود پائے جاتے ہیں۔ ان دنوں کہ جب میں وہاں مقیم تھا ایک روز اخدود نامی شخص نے تن شوی کی اس وقت ہمارے میزبان پانی میں تیرنے میں مشغول تھے کہ وہ اس پانی میں اس جگہ پہنچ گئے کہ جہاں چشمہ ابل رہا تھا۔ اور وہ جگہ تقریباً ۱۵ میٹر سے زیادہ گہری تھی اس چشمہ کے پاس پہنچ کر وہ واپس ہوئے اگرچہ تیراکی سے مجھے بھی دلچسپی تھی۔ لیکن میں غوطہ زنی سے واقف نہ تھا بعض دوستوں کی زبانی شناری کے قصہ سن سن کر میرے جذبہ شوق غواصی میں تازگی پیدا

ہو گئی تھی۔ جو اس امر کی تحریک ہوئی کہ میں بھی پانی میں داخل ہو کر غوطہ لگا دوں۔ چنانچہ اخدود کے اس گہرے پانی کی طرف بدھا کہ اس میں داخل ہوں اور غوطہ لگاؤں لیکن اس جگہ ہنگامہ خیز موجیں آپس میں سر ٹکرا رہی تھیں۔ میں ایک میٹر پانی میں بھی نیچے کی طرف غوطہ نہ لگا سکا۔ پانی سے سر اٹھایا۔ اور باہر نکل آیا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور کانوں میں موجوں کی شر شر آوازیں گونج رہی تھیں۔ تھوڑے سے فاصلہ پر چند نوجوان پانی میں دو تین میٹر تک غوطے لگا رہے تھے۔ اور ان کے چہروں سے کسی قسم کی گھبراہٹ وغیرہ کے آثار معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ وہ مچھلی کی طرح اُلٹے سیدھے طول و عرض اور عمق (گہرائی) میں غوطے لگا رہے تھے میں نے ان سے سوال کیا کہ تم کو پانی کی مضطرب موجوں اور اس کی روانی سے کوئی خوف نہیں ہوتا وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ ہم خلیج فارس اور دریائے عمان میں غوطہ لگا لگا کر صدف نکالا کرتے تھے ہمیں غوطہ لگانے کی مشق ہے جس کی وجہ ہماری طبیعت اور ہمارے کانوں پر موجوں کے شور و غل کا اثر نہیں ہوتا علاوہ ازیں ابتداء میں یہ تمام چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں جسم عادی ہو جاتا ہے اور اس کا علاج صرف یہ ہی ہے کہ ہم ان تکالیف پر صبر کرتے رہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صبر انسان کو مشکلیں اور مصائب برداشت کرنے کا عادی بنا دیتا ہے اور اس طرح وہ ان تصورات سے محفوظ رہتا ہے کہ جو صحت انسان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ پھر کہا کہ آپ کسی قسم کا خوف نہ کریں پانی میں اتریں صبر و تحمل کے ساتھ غوطہ زن ہوں تو آپ کامیاب و کامران ہو گئے اے عقلمند تو اوقیانوس میں داخل ہو۔ پہلی پہل تجھے مٹھی بھر محکم پریشانی لاحق ہوگی دوسری مرتبہ تیرا دوسرا غوطہ خود دو معتین کر دے گا۔ اور تیرا موجوں سے مقابلہ قدرے کم محسوس ہو گا آخر کار تو بحر

ظلمات سے صدف ہاء بے بہا نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ خواہ انسان کسی کام کو شروع کرنے یا کسی مصیبت جانکاہ میں مبتلاء ہو اسے صبر سے کام لینا چاہیے اور اگر توان بحر مصائب میں تعلیمات و ارشادات معصومین کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے گا تو ہر ہر قدم راحت میسر آئے گی۔ پس ہم بھی مخلوقات خدا کے اس بحر ذخار میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور اگر حکمت الہیہ کا نور تابندہ نہیں ہے یعنی کہ معصومین کی راہنمائی حاصل نہیں ہے۔ تو پھر غوطہ زنی عبث ہے۔ بے چارے افلاطون ارسطو اور انہی کے دوش بدوش لوگ یعنی کہ حکمائے زمانہ یہ سب کے سب بحر معارف میں غوطہ

زنی (یعنی غور و فکر کرتے ہوئے مبسوت اور سرگردان نظر آتے ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں کہ جو منزل تک پہنچ گئے ہیں اور بعض اثنائے راہ بھٹک گئے ہیں اور حقیقت تک نہیں پہنچے ہیں۔ (چونکہ وہ دلیل تک رسائی نہیں رکھتے) پس اختلاف نظروائے میں مبتلا ہیں ہاں حقائق خلقت اور دقائق حیات کی جو آفاق و انفس کی گہرائیوں کی تہہ میں واقع ہیں اور وہاں تاریک پیچ و خم میں یہ جہاں مخفی بھی عجیب تر ہے جو بغیر تعلیم انبیاء و مرسلین طے نہیں ہو سکتے اگر نور علم حضرات محمد و آل محمد کی روشنی ہے تو ہر منزل تاریک پر نور ہو سکتی ہے اور معارف حقائق پیش نظر ہو سکتے ہیں اس لئے کہ وہ دانشگاہ جبروت کے تعلیم یافتہ ہیں ورنہ نہیں پھر خوف کی کیا بات ہے کہ جب کشتی نوح موجود ہو ورنہ بغیر راہنمایان حق تاریک راہوں میں بھٹکنے کے بعد کچھ اور حاصل نہ ہو گا۔ تعلیمات قرآنی دنیاوی ہر سرعت خیز آلہ جات سے کہیں زیادہ موثر ہیں۔ الامن استرق السمع فاتبع شہاب مبین ○ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۱۸) یعنی کہ ہر ایک شیطان مردود کی آمد و رفت سے محفوظ رکھا ہے اور کوئی شیطان چوری چھپے کسی بات پر کان لگائے تو شہاب ثاقب کا دھکھٹا ہوا شعلہ اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ حقیقی تعلیم خدا کے فرستادہ بنی و امام سے حاصل ہو

سکتی ہے کہ وہ اس مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتے ہیں۔
 قرآن میں وارد ہوا ہے فلما تجلی ربہ للجلجل جعلہ دکاوخر موسیٰ معقاج (سورۃ
 الاعراف آیت نمبر ۱۴۳) پھر جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس
 کو چکنا چور کر دیا۔ اور موسیٰ اس کے حضور گر پڑے۔ اللہ اکبر یہاں تک کہ
 موسیٰ کی طاقت و توانائی نور خدائے تعالیٰ سے عبارت ہے پھر کوہ اور وہاں کی
 چیزوں کی کیا حیثیت کہ تجلی کے بعد باقی رہ سکیں۔ بلکہ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ فقط
 صاحب معراج خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو وارث تخت و تاج
 ولایت

و امامت اور تمام حضرات ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین اس
 مخلوقات کی درسگاہ کے استاد کامل و اکمل ہیں اور انہی ذوات مقدسہ کے لئے
 سزاوار ہے کہ بنی نوع انسان کے ہادی و رہبر قرار پائیں۔

انتم السیل الاعظم والصراف الاقوم و شهداء دار الفنا و شفعاء دار البقا
 والرحمۃ الموصولہ والایۃ الخزوتہ والاماتۃ المحفوظۃ والباب المبتلی بہ الناس
 (زیارت جامعہ کبیرہ)

بعثت

(آیت) اقراء باسم ربك الذي خلق ○ (سورة العلق (آیت ۱)
(ترجمہ) (اے رسول) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

شیعی روایت کی رو سے یہ آیت مبارکہ ۲۷ ماہ رجب المرجب تیرہ سال قبل از ہجرت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور اسی آیت کے نزول پر آنحضرت ﷺ مبعوث بر رسالت ہوئے ہیں باین وجہ شیعیان علی ابن ابی طالب میں روز بعثت خوشی منائی جاتی ہے اور اس دن کو روز عید سمجھتے ہیں اور تمام اسلامی شہروں میں جہاں کہیں بھی شیعہ رہتے ہیں محافل سرور و قصیدہ خوانی منعقد کی جاتی ہیں اور دوسری روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ اسی شب ۲۷ ویں رجب المرجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوتی ہے اور اہل سنت حضرات اس تاریخ میں محفل معراج منعقد کرتے ہیں اور واقعہ معراج بیان کرتے ہیں۔ تمام شیعیان علی مرتضیٰ اس آیہ مجیدہ مذکورہ کی شان نزول اور مقاصدایت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے کتابوں میں پڑھا ہے یا اہل منبر حضرات سے سنا ہے بنا بریں میں اس شب مبارکہ اور اس کی تزیلی صورت کو سپرد قرطاس کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اس پر بہت کچھ تحریر کیا جا چکا ہے اور بہت زیادہ تقاریر ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں لیکن اس بارے میں چند سوال ذہن میں ابھرتے ہیں آیا یہ خوشیاں، اور انعقاد مجالس و محافل اور جشن اور ان میں صاحبان عقیدت کی شرکت خواہ امیر ہوں یا غریب - مفلس ہوں کہ صاحبان ثروت سب شریک محال ہوتے ہیں کیا یہ تمام چیزیں برائے بعثت حضرت رسول خدا ہیں کہ جب آپ عالم بشریہ میں مبعوث ہوئے

رسالت ہوئے یا اس کے علاوہ کوئی چیز ہے؟ ہر جگہ جس وقت اور جب کبھی محض ایسا ہی ہے کہ روز بعثت آنحضرت ﷺ بحالت بشریہ مراد لیا جاتا ہے یا آنحضرت ﷺ کے عالم نور میں خلق ہونے سے لوگ بے خبر ہیں کیا نہیں جانتے کہ

آپ عقل کل اور صادر اول ہیں یہ نور خدا روز و شب کے بننے سے پہلے ہی سے موجود تھا

یعنی کہ اس وقت خداوند عالم نے خلق فرمایا ہے کہ جب روز و شب، آسمان و چاند و سورج وغیرہ کچھ نہ تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والین کہ میں اس وقت بھی نبی تھا کہ جب آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی کہ آدمؑ خلق نہ ہوئے تھے۔ اور یہ حدیث سنی و شیعہ دونوں کے نزدیک متفق علیہ اور مستند ہے پس آنحضرت ﷺ کی بعثت واقعا اس روز عمل میں آتی کہ جب آنحضرت ﷺ کے نور کو خداوند عالم نے خلق فرمایا ہے اور وہ عالم ذر و نفوس تھا کہ جس کے بعد جہاں

عقل و روح ہے اور یہی صحیح ہے پس کیا یہ خوشیاں اور عید برائے خاطر آنحضرت ﷺ ہے یا خود اپنے لئے؟ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ خداوند عالم کی طرف سے آنحضرت ﷺ تمام جن و انس اور تمام موجودات کی طرف مبعوث ہوئے ہیں پس آپ کی بعثت تمام عالمین کے لئے ہے نہ کہ یہ محدود بعثت کہ جو عالم بشری سے متعلق ہے یہ محدود بعثت تو وجہ افتخار نہیں ہو سکتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ خوشیاں یہ عید بہ سلسلہ بعثت آنحضرت ﷺ اس لئے ہیں کہ انسان اس دن خوش بخت و بامراد قرار پایا ہے اور ظلمات و وحشت اور نادانی سے نکل کر نور علم اور تمدن کی طرف

آیا کہ جس دن آنحضرت ﷺ کی رسالت کو اس دنیا میں ظاہر کیا گیا ہے اور سعادت و عظمت و آدمیت سب کی سب چیزیں مرہون بعثت رسول خدا ﷺ ہیں۔ یہ عید اس لئے کہ ورنہ اس بشری بعثت سے پہلے ہی سے آنحضرت تمام کائنات کے لئے رحمت اور صدر کائنات تھے۔ اور مہتائے معراج مخلوقات تھے خوش نصیب کہ جو اس روز بعثت (۲۷ ویں رجب) خوشیاں منائے اور آدمیت کا ثبوت دے۔ اور عین آدمیت اس میں ہے کہ ہر ایک شخص توحید خداوند عالم کا معتقد ہو اور آل اللہ یعنی کہ حضرات محمد و آل محمد کو دوست رکھے اپنا پیشوا اور راہ نما دنیا و آخرت تسلیم کرے۔ آسمانی کتاب (قرآن) جو بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے اس پر ایمان رکھے اور امامت و قیامت پر اعتقاد رکھے۔ اور یہی دونوں یعنی کہ ثقلین (کتاب اللہ اور عزت رسول خدا ﷺ) ما حاصل نبوت و رسالت ہیں اور وجہ فرمان الہیہ ہیں۔ پس یہی چیزیں ہر ایک انسان کی انسانیت اور آدمیت کو سنوارنے والی ہیں۔ اگر ان دونوں چیزوں سے تمسک ہے تو آدمیت مثل درآبدار تابندہ ہے۔

ساری دینی خوشیاں اس لئے ہیں کہ ہم متعلقہ و منسوب تاریخ و دن کے موقعہ پر مرئی اعظم اور قائمہ عظیم کی جو منجانب خدا مقرر ہیں معرفت حاصل کریں ان کے مراتب ہیں تفسیر نہ کریں اور ان کی نورانی تعلیمات و تبلیغات سے اپنے قلوب کو منور کریں کہ وہ مظہر صفات جلال و کمال الہیہ ہیں ان کی معرفت ہمارے واسطے اوج سعادت کا زینہ ہے۔ اور یہی سعادت دازین ہے اور یہی معراج آدمیت ہے۔ سلمان فارسیؓ کہ جو ایران (فارس) سے آئے اور انہوں نے اس طرح حضرات محمد و آل محمد ﷺ کی معرفت حاصل کی اور اس طرح سایہ رسول خدا میں رہے کہ فلک اسلام و ایمان پر مثل ستارہ ثریا جلوہ فگن ہوئے اور نام نامی آج تک تابندہ ہے۔ جناب ابوذرؓ جب رندہ سے بے سروسامانی کی حالت میں آئے اور مشرف بہ زیارت حضرت رسول

خدا ﷺ ہوئے تو وہ مقام حاصل کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوذر ایمان کے نو درجوں پر فائز ہیں اور ان کی راست گوئی نے ان کو قابلِ فخر و مہابت مقام عطا کیا۔ عمار، مقداد، میثم اور رشید جابر اور ہشام اور شدائے کربلا اور تمام شہیدان و مجاہدین، علمائے باعمل، اور واعظین صدق مقال، آل محمد ﷺ کی معرفت کے ساتھ افتخار اسلام پر مثل ستارہائے سعد تابندہ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے دور میں شیعیان علیؑ ہونے کو ظاہر کرتے تھے کہ لوگ جوق در جوق ان کی معیت اختیار کریں۔ حق توحید شناسی، خداوند تعالیٰ کی صفاتی معرفت اسی پر منحصر ہے کہ حضرات محمد و آل محمد ﷺ بدرجہ اخص مقربانِ خدائے متعال ہیں قرآن میں ارشاد ہوا ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ○ کہ نہیں پیدا کی ہم نے جن و انس کو مگر اپنی عبادت کے واسطے۔ پس اللہ کی عبادت اور حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کی معرفت لازم و ملزوم ہے۔ حدیث قدسی میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کنت کنزاً مخفياً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف کہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے پسند ہوا کہ میری معرفت ہو پس میں نے مخلوق کو خلق کیا (یہ مسلمہ امر ہے کہ اول مخلوق، نور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے) نیز یہ بھی فرمایا ہے بنا عرف اللہ و بنا عبد اللہ پس روز بعثت حضرت رسول خدا ﷺ تمام افراد کے لئے عموماً اور تمام اہل اسلام کے لئے خصوصاً مبارک و سعد ہے اور فیروز مندی کی نشانی ہے یہی وجود ذی جود و ذریت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ارکانِ دین، اور عمل بہ شریعت مطہرہ کے لئے انہی کی ذوات مقدسہ مثالیہ ہیں

لیکن اس زمانہ کے مسلمانوں کا دعویٰ کیا ہے؟ نہ مانند سلمان و ابوذر، نہ دوسرے اصحاب باور وفا کی مانند رتبہ و مقام تک پہنچنے کی عملی سعی کرتے ہیں کہ ان کے مقامات اور درجات حاصل کریں کہ آخرت خوشگوار ہو اور دنیا

میں آدمیت باعث تمکنت ہو۔ ہر صاحب ایمان کے لئے لازم و ضروری ہے کہ ان بزرگواروں کی حیات طیبہ اور ان کے نشان ہاء آدمیت کو اپنائیں نہ کہ ان کے برعکس لوگوں کے نقش قدم پر چلیں۔ اسی دور میں تمام مسلمانوں نے کہ جو ظاہراً اسلام پر تھے کچھ ایسی روش اختیار کی کہ آنحضرت ﷺ کے وصی برحق، یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سیرت کو نہ اپنایا۔ اور حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سرداری جرات و دلیری سے محروم ہوئے قرن اول میں ظاہری طور پر اسلامی اثر دور دور دور تک پھیلا اور اکثر اقالیم تک اسلام پہنچ گیا۔ لیکن اس دور میں مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں نہ صورت میں نہ معنی میں نہ ظاہراً نہ باطناً نہ دنیا نہ آخرت اور امور نیک اور تمام سعادتوں و برکات و خیرات معنوی سے سب دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یوم بعثت رسول خدا ﷺ پر ہمیں معنوی حلف اسلام اٹھانا چاہئے کہ ہم اولاً سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہم سب مل کر بقائے اسلام اور فلاح و بہبود کے لئے کام کریں گے۔ یہی وہ نشان آدمیت ہے کہ جس سے مسلمان غیر اقوام میں پہچانا جاسکتا ہے۔

استقامت

فَأَسْتَقِمَّ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ○ (سورة ہود آیت ۱۱۲)
 (ترجمہ) تو اے رسول ﷺ جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی
 جنہوں نے تمہارے ساتھ (کفر سے) توبہ کی ہے ثابت قدم رہو۔

استقامت، یعنی کہ کسی ایک رائے، ایک بات پر قائم رہنا استقامت میں راہ
 معینہ کا سیدھا ہونا بھی ضروری ہے۔ استقامت ایک ایسی صفت حمیدہ ہے کہ
 جو لشکر، ملت و قوم اور ایک فرد کے لئے بھی موجب خوشگواہی ہے۔ اس کی
 ضد ہے ”تلون مزاجی“ یعنی کہ مستقل مزاج نہ ہونا۔ یہ صفت مذموم ہے ایسا
 شخص کبھی اپنی زندگی میں فائز المرام نہیں ہوتا۔ استقامت سے انسان کا شجر
 امید بار آور ہوتا ہے اگر ایک شخص یا چند افراد مل کر کوئی کام شروع کریں
 کسی کام کا نقشہ بنائیں اور عقل سلیم ہمنوا نہ ہو۔ اس کو پسند نہ کرے لیکن
 اگر اس کام کو انجام دینے والا پست حوصلہ نہیں ہوتا اور اس کو عملی جامہ
 پہنانے کے درپے رہتا ہے۔ اس کام میں مشکلات سے گھبراتا بھی نہیں۔ اور
 بلند حوصلہ والے اکثر و بیشتر بڑے کام سرانجام دیتے ہیں البتہ وہ صورت کہ

ایک شخص زندہ ہے اور جسم میں طاقت بھی ہے کہ ایک طمانچہ کی ضریت سے رخسار سرخ اور داغدار ہو جاتا ہے اور مثل گلاب شگفتہ ہو جائے اور عمل کے برعکس خود نمائی کرے برخلاف جسد مردہ کے بغیر کسی آلہ کے تغیر پذیر ہونے کا قیافہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں ترقی و بلندی اسی وقت میں ممکن ہے کہ جب کہ انسان تکلیف و رنج میں مبتلا ہو اور پھر بھی دامن استقامت ہاتھ سے نہ جائے مشاہدہ ہے کہ بے قیمت و ارزاں تختہ آرا اور تیشہ نجار میں جب تک کہ صبر نہ کرے شانہ نہیں بنتا لوہا بھی اگر آگ اندر استقامت نہ دکھائے کبھی نہیں پکھل سکتا ذرا ذوالفقار پر نظر ڈالئے تو معلوم ہو گا کہ پے در پے حملوں کے باوجود کبھی کند نہیں ہوتی کہ وہ دست حیدر کرار میں ہوتی ہے یہاں تک کہ جب حضرت اسد اللہ الغالب نے مرحب پر بلند کی اور ایک ہی ضرب میں اس کو واصل جہنم کیا تو ندائے غیبی آئی لافقی الا علی، لا سیف الا ذوالفقار، ذوالفقار اور نام نامی علیؑ، مردان گیتی میں آج تک گونج رہا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مذہبی و سیاسی رہبران نے اگر استقامت سے کام لیا تو آخر کار وہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔ استقامت نشان فیروز بندی ہے اور حیات انسانی ہے وابستہ ہر ایک امر میں استقامت کو دخل عظیم حاصل ہے اور استقامت تشکیل سلطنت و امارت میں ممدو معاون ثابت ہوتی ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ ہی میں جب انواع اسلام نے استقامت سے کام لیا تو تو تمام اسلامی جنگیں بانداز فاتحانہ اختتام پذیر ہوئیں۔ اور اسلام کی شان و شوکت تابدار ہو گئی دشمنان اسلام کے حوصلے پست ہو گئے۔

اور تن تھا حضرت اسد اللہ الغالب کی قوت خدا داد نے استقامت ظاہر کی تو۔ بدرو حنین، احد، خندق اور دوسری لڑائیاں فتح کیں اور ارادہ سفیانی کو

پارہ پارہ کر دیا۔

تاریخ شیعان علی ابن ابی طالب اور شیعوں کی استقامت صبر پسندی۔ اموی و سلاطین عباسی کا مقابلہ کرتی رہی۔ یعنی کہ ان جابر و ظالم حکمرانوں کے ظلم و ستم کو استقامت کے ذریعہ درہم و برہم کر دیا جیسا کہ نے ان ظالموں کے نام و نشان مٹا دئے ہیں۔ حالانکہ اس سے پیشتر چھ سو سال اموی و عباسی سلطنت کے ظالمانہ آثار باقی رہے اولاد پیغمبر خدا قتل ہوتی رہی۔ لیکن دامن استقامت شیعان علیؑ ابن ابی طالب ہاتھ سے نہ چھوٹا نتیجہ یہ ہوا کہ استقامت ہی کی بدولت شیعان علیؑ کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اور دشمنان اسلام و آل رسول رفتہ رفتہ نذر انحطاط ہوتے رہے اور پھر ایسا زمانہ آیا کہ حکومت و اقتدار ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور یہ ہی استقامت حضرت امام حسینؑ اور ان کے رفقاءؑ نے کربلا میں دکھائی جس کے نتیجہ میں اسلام زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اور عرفان دین آج تک برقرار ہے

مملکت ایران کے لوگوں نے بھی بڑی استقامت کے ساتھ مذہب حقہ یعنی شیعہ اتنا عشریہ کی نگہداشت و حفاظت کی ہے پس از اختتام موت بادشاہ ہخامنشی، تسلط اسکندر مقدونی ہوا اور پھر اس کے بعد دولت بیگانہ سلوکی و اشکالی کہ جن کا نہ کوئی مذہب تھا نہ زبان کون نہیں جانتا کہ وہ بھی رخصت ہو گئے اور کئی قرنوں کے بعد سلسلہ ساسانیہ نے عینا زمانہ ہخامنشی کی ہرجت تجدید کی اور اہل ایران کی قوت و طاقت ثابت کی۔ یہاں تک کہ بعد از غلبہ اسلام کہ جب اہل عرب کا ایران پر کامل غلبہ تھا۔ اور یہ ظن غالب تھا کہ عرب کی زبان اور اقدار ملت ایرانیوں پر غالب رہیں گے لیکن اس کے برخلاف ایرانیوں نے ان سے اقتدار لے لیا اور زمام حکومت و سلطنت خود سنبھال لی۔ اور حکمرانی شروع کی اور وزیر، مشیر، اور سرداران لشکر سب ایرانی

ہوتے تھے۔ اور غاصبوں کے سوائے نام کے اور کوئی نشان باقی نہ تھا۔ فاصحوا لا یری الامساکنہم (سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۲۴) کہ وہ ایسے تباہ ہوئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا) بلکہ مہاجرین عرب کو اہل ایران نے فارسی زبان اور مذہب حق تعلیم کیا اور وہ سب کے سب ہمارے ساتھی ہو گئے۔ اور پورے ایران میں پوری استقامت کے ساتھ مذہب شیعہ اور حکومت مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ قائم ہو گئی اللہ روز بروز ان پر دو امور میں ترقی ہوتی رہی اور آج تک بفضلہ تعالیٰ ولعون ائمہ اطہار ایران میں شیعوں کی حکومت ہے اور مذہب امامیہ اثنا عشریہ جاری و ساری ہے اور ذریت نبوی ﷺ کے آثار پاک و پاکیزہ نمایاں ہیں۔ اور ان لوگوں کے نام نشان مٹ گئے اور ان کا کوئی اثر باقی نہیں ہے کہ جو دشمنان آل رسول کے پیروکار تھے۔ داستان حملہ مغلیہ سربراہان اور ان کا تسلط۔ سلوکی و اشکانی سے کم تر تھا۔ اس وقت یہ ملت مظلوم مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ چنگیزی دور باقی تھا۔ آخر کار رفتہ رفتہ دین اسلام اور مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو عروج حاصل ہوا۔ اور خاندان رسالت پناہ کی تعلیمات کی نشرو اشاعت ہمہ گیر ہوتی گئی باطل کے نقوش مٹنے لگے۔ کم من فتنہ قلیلہ غلبت فتنہ کثیرۃ باذن اللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۴۵) (بے دھڑک بول اٹھے کہ آیا بہت ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے مقصد یہ ہے کہ اگر انسان یا قومیں استقامت کا مظاہرہ کریں تو خداوند تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوتی ہے اور چھوٹی جماعت اکثریت والی جماعت پر غالب آجاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

معراج

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الی انما اھكم الہ واحد فمن كان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرك . عبادۃ ربہ احداً ○ (سورۃ الكہف آیت نمبر ۱۱۰)

ترجمہ : (اے رسول) تم کہہ دو کہ میں بھی تمہارا جیسا بشر ہوں فرق اتنا ہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے تو جو شخص آرزو مند ہو کر اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو گا تو اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے یہ لفظی ترجمہ ہے اس اس آیہ مبارکہ کا کہ جو پیش نظر ہے البتہ اس آیہ مبارکہ میں چند کلمات مشکل ترین ہیں کہ جب تک ان کی وضاحت نہ کی جائے عوام ان کے صحیح مفہیم سے آگہی حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کلمات میں سے یہ دو کلمہ میں (۱) قل انما انا بشر مثلكم اور (۲) فمن كان یرجو لقاء ربہ اس مقام پر ہم یہ نہیں چاہتے کہ انسان کی طاقت جسمانی اور حقیقت بشریہ بیان کریں مبادا آنحضرت ﷺ سے برابری مقصد ہو (جو منافی ایمان ہے) کہ آنحضرت ﷺ کے وجود مبارکہ کو جو اول تخلیق نور ہے آنحضرت کی ہم محض بشر سمجھیں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں کر بشر ہیں اور آپ کے بشر ہونے کی کیا صورت ہے۔ خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے انی خالق بشر من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روجی فقوا لہ سجدین ○ (سورۃ ص آیت نمبر ۷۲) کہ جب پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں۔ تو جب میں اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح (پیدا کردہ روح) ڈال دوں تو تم سب کے سب سجدہ اس کے سامنے میں گر پڑنا۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدم کے سلسلہ

میں قدرت و استعداد (مادہ) بشریہ گیلی مٹی ہے یعنی کہ فقط عالم ملک اور جہان ناسوت عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر ایک جگہ تمام قواء خدا داد کام میں آسکتے ہیں اور یہاں اس کی اجسام سے بالاتر فعالیت کارگر نہیں ہے۔ اس جسم بشریہ کے لئے میدان عمل خاک کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ”یہ جسم خاکی“ اور اس کی پرواز فضائے ناسوتی ہے یعنی کہ خاک کی پرواز میں بلندی نہیں ہے پس چونکہ خاکی ہے لہذا اس کی ماوار الطبیعت تک نہیں ہے۔ البتہ اتنی قابلیت و لیاقت ضرور رکھتا ہے کہ اپنے علم مادی کے ذریعہ آسمانی چیزوں کی نشاندہی کرے تاکہ دوسرے لوگوں کو آگہی حاصل ہو سکے۔ البتہ ان ذوات مقدسہ کو عوالم بالاتر کا علم ہے کہ جو اپنے اسی جسم ظاہری کے ذریعہ عوالم بالا کی سیر کر چکے ہیں کہ جہان سید الملائکہ جبریل بھی نہ پہنچ سکے ہیں۔ ان حضرات کے اس جسم ظاہری کے لئے کوئی ایک ہی جگہ مقرر نہیں ہے کہ مکانیت واحدہ حاصل ہو۔ اور آخر کار ان کی طینت قدرت و قابلیت اس امر کی رکھتی ہے کہ جس مقام تر چاہیں مستقر ہو سکتی ہے یعنی کہ ماحول ہر جگہ خوشگوار میسر ہے اس بات پر شیعہ اور سنی سب متفق ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت خیر البشر پیغمبر السلام ص کو نور فرمایا ہے آنحضرت ص من باب المجد نور نہیں ہیں بلکہ ان کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اور وہ بھی حضرت آدمؑ کی خلقت سے برس ہا برس پہلے وجود میں آئے ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کنت نبیا و ام بین الماء والین کہ میں اس وقت بھی نبوت پر فائز تھا کہ اس وقت آدم خلق نہ ہوئے تھے بلکہ طینت آدمؑ پانی و مٹی سے مزوج نہ ہوتی تھی۔ اور چونکہ آئمہ معصومین اصلاب طاہر و مطہرین و ولایت کئے گئے ہیں تاکہ لباس بشریہ میں ظاہر ہو کہ انسانوں کی ہدایت کریں (اشہد انک کنت نوراً فی الاصلاب الشامخۃ والارحام المطرۃ لم تنجسک الجاحلۃ بانجاسھا

فلم تلبسك من ملهات ثيابها ○ (زیارت وارث حضرت امام حسینؑ ملاحظہ ہو) پس وجود مبارک حضرات محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین بارادہ خداوند عالم تمام مخلوقات سے پہلے خلق ہوا ہے اور ان حضرات کی تخلیق نوری ہے۔ انکار نہیں کیا جاسکتا خلقت نوری کے بارے میں بکثرت احادیث معبود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری صحیح اور موثق ہے اگر کوئی حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کے نوری مخلوق ہونے سے انکار کرتا ہے تو وہ حقائق کا منکر ہے پس حقیقت نورانیہ حضرت پیغمبر اسلام ﷺ بنیت بشریہ سے جداگانہ ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قدرت خدا داد استعداد جو کرامات، معجزات اور خوارق عادات پر مشتمل ہے۔ مصداق ہے اس حدیث کی کہ آنحضرت ص نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لولاک لما خلقت الافلاک کہ محمد اگر اے میں تم کو خلق نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا یہ حدیث تمام معتبر ترین کتب میں منقول ہوئی ہے ہم نے سنا ہے مفسرین یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ غالیوں کی اختراع ہے۔ میں نے فقط واقعہ معراج کو بیان کرنے کے لئے منتخب کیا ہے کہ جو قرآن مجید میں صریحاً مذکورہ ہے اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ معراج کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے علاوہ ازیں ہمارا روئے سخن مسلمانوں سے کہ جو آنحضرت (ص) کا کلمہ پڑھتے ہیں واقعہ معراج سے متعلق ارشاد خداوند عالم ہے جو کہ یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
إِنِّي الْمَسْجِدَ الْأَقْصَا الَّذِي بَنَيْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ
هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۖ ۱ مَاضٍ لَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ ۲ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهَوَىٰ ۚ ۳ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ ۴ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۚ ۵
ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۚ ۶ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ ۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۚ ۸
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۚ ۹ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۚ ۱۰
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۚ ۱۱ أَفَتَسْمُرُونَ عَلَىٰ مَائِرَىٰ ۚ ۱۲ وَلَقَدْ رَآهُ
نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۚ ۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۚ ۱۴ عِنْدَ هَاجِنَةِ الْمَأْوَىٰ ۚ ۱۵
إِذِ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۚ ۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ ۱۷ لَقَدْ رَأَىٰ
مِنْ ءَايَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ

ہمارے عقیدہ و ایمان کے مطابق آنحضرت ﷺ اپنے اس جسم مبارک اور لباس مبارک کہ جو زیب تن تھا۔ عمامہ جو سر مبارک پر تھا اور نعلین کہ جو پائے مبارک میں تھیں معراج میں تشریف لے گئے ہیں اور خلاق عالم کی دعوت پر کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے سبحان الذی اسری بعبداً لہ کہ وہ خدا پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ یعنی آسمانی کی سیر کرائی۔ معراج پر لے جانے والا وہ خدا ہے کہ جو خالق کائنات و صاحب قدرت و ارادہ ہے۔ اور معراج مکہ معظمہ میں (مسجد الحرام) سے تباہ مسجد اقصیٰ یعنی کہ آسمانی مسجد تک ہے۔ اور اس جگہ سے اور دوسرے آسمانوں اور فلک الافلاک تک جبرئیل امین ہرکاب صاحب معراج تھے لیکن جبرئیل امین شجرۃ المنیٰ پر لو گئے۔ اور آنحضرت ص مقام قاب قوسین اور ادنیٰ تک تشریف لے گئے اور سارے مقامات طے فرمائے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا ملک مقرب بھی ہم رکاب نہ تھا کہ آپ نے عالم

لاہوت، اور مقام قاب قوسین اور ادنیٰ کی سیر فرمائی۔ اور جہان ملکوت و جبروت پیچھے رہ گیا حضرت رب الارباب نے تکلم فرمایا

(علمہ شدید القوی ○ (آیت نمبر ۵ سورۃ النجم) کہ جبرئیل جو وحی پر مامور ہیں

لہذا طاقتور فرشتہ میں ذو مرۃ کہ جو بڑا زبردست ہے فاستوی ○ وهو بالافق

الاعلیٰ اور جب یہ (آسمان کے) اونچے (شرقی) کنارے پر تھا وہ (اپنی اصلی

صورت میں) سیدھا کھڑا ہوا وهو بالافق الاعلیٰ شاید کہ اس جگہ تک اکثر فرشتے

اور جناب امین وحی آپ ﷺ کے ہمسفر تھے (تفاسیر کی رو سے دیکھا

جائے تو شدید القوی سے مراد جبرئیل امین ہیں۔) (اور تفسیر صحیح اور صحیح تر

مناسب کے اعتبار سے شدید القوی خداوند عالم کی ذات اقدس ہے کہ وہ توانا

اور ذو القوۃ المتین ہے) اور اس حال میں کہ (تم دنیٰ فانی فکان قاب قوسین

او ادنیٰ) اس جگہ سے آنحضرت (ص) نے ملا مکہ کی سرحد سے تجاوز فرمایا یعنی

کہ ملا مکہ کی سرحد سے آگے گئے کیونکہ ملا مکہ اس جگہ سے آگے نہیں جا

سکتے تھے۔ آنحضرت (ص) نے اس جگہ قدم رنجہ فرمایا کہ جہان کوئی نہ تھا

صرف وحدت کا جلوہ تھا کہ وہاں اللہ کے سوا کوئی دوسرا نام و نشان پیدا نہیں

ہو سکتا تھا یہاں تک کہ حاملان عرش کی حدیں بھی اس حصار نور میں نہیں

آسکتی تھیں جبرئیل امین نے بھی کہا کہ لود قوت انملہ لا حترقت کہ اگر میں

اس جگہ سے ذرا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں گے پس

جبرئیل اپنی حد میں رہ گئے اور آنحضرت (ص) مقام قاب قوسین پر فائز

ہوئے۔ اور اس جگہ جب خداوند عالم نے وحی نازل فرمائی تو ملک یعنی جبرئیل

امین بھی واسطہ نہ تھے۔ اور حضرت رسول خدا (ص) نے کلام خدا سماعت

فرمایا فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ کہ خداوند عالم نے اپنے عبد کی طرف وحی کی جو

کچھ کہ وحی کرنی تھی آپ ﷺ نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ اس کو خدا جانتا

ہے یا پیغمبر خدا جانتے ہیں یا وہ ذات اقدس جانتی ہے کہ جو بمنزلہ نفس رسول خدا ہیں یعنی کہ اس کا علم حضرت امیر المومنین کو ہے کہ جو یقیناً و حتماً شاہد احوال ہیں۔ (لقد رآی من آیات ربہ الکبریٰ) البتہ کوئی ایک آیت بھی (یعنی نشانی) حضرت علی کی ذات اقدس سے افضل نہ تھی کہ وہ حرم قدس باری تعالیٰ میں جلوہ فگن ہوتی۔ آنحضرت (ص) دیدہ و دل حق کو دیکھنے والے اور حقیقت میں ہیں۔ ماکذب الفواد مارای ○ یعنی کہ جو کچھ آنکھ نے دیکھا ان کے دل نے جھوٹ نہ جانا بلکہ ہر منظر صدق خیز تھا۔ منکر فضائل نفس تنگ و سنیہ سیاہ ہے اور اس کی معلومات دربارہ معراج محدود ہیں اور کہ وہ معراج اور اس کی آیات (نشانیوں) کے بارے میں شک و ایراد رکھتا ہے۔ اقتصار و نہ علی ماری تو کیا وہ (رسول ﷺ) جو کچھ دیکھتا ہے تم لوگ اس سے جھگڑتے ہو اس نے جو دیکھا ہے واقعاً "ما زاغ البصر وما طغی" ○ ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوں اور نہ حد سے آگے بڑھی بہر کیف اس مقدس موجود

(مخلوق) لا ہوتی نے ایک شب کے درمیان چند ساعت یا چند دقیقہ (محب روایات) کلیہ عالم امکانی کو اپنے جسد مبارک کے ساتھ طے کیا اور مشاہدہ فرمایا اور کوئی جگہ بغیر مشاہدہ نہیں چھوڑی اور اس قدر سرعت و تیزی کے ساتھ سفر تمام فرمایا کہ جسے کوئی فلسفی، محاسب، کوئی عالم نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس پر احاطہ رکھتا ہے کہ کس طرح سفر طے فرمایا۔ اس کا نہ کوئی تصور کرتا ہے اور نہ اندازہ لگا سکتا ہے پس سب ہی اس کا جواب منفی انداز میں دیں گے۔ اس کا علم سوائے خدا اور خود بہ نفس نفیس آنحضرت (ص) اور ولی حق حضرت علیؑ کو ہے اور ان کا جواب مثبت انداز میں ہو گا۔ پس ضروری ہے کہ خداوند تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا اعتراف کیا جائے ان اللہ علی کل شیء قدیر خداوند عالم ہر ایک شے پر قادر ہے اے منطقی مسلمان کہاں بشر اور کہاں

مقام خیر البشر، آنحضرت (ص) کا درجہ بشری بھی ہم سے جداگانہ ہے آپ کی طہیت پاک و پاکیزہ ہے یہ سیر و سلوک اسی کے لئے ہے کہ جس کی طہیت پاک و پاکیزہ ہے اس پاکیزہ طہیت میں کوئی دوسرا انسان شریک نہیں ہے سوائے علی و فاطمہ اور ان کے گیارہ فرزندان طاہر و مطہر یعنی کہ آپ کی اولاد میں آئمہ طاہرین تا امام مہدی القائم عجل اللہ فرجہ ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین اور یہ سب کے سب نور خدا ہیں۔ عارفان خدا ہیں اور انہیں اپنی چشم بصیرت سے خدا کو دیکھا ہے۔ اور فی نفسہ یہ سب کے سب ہمارے لئے آیات اللہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ تشریف لے گئے کہ جہاں ملائکہ مقربین اور حاملان عرش بھی نہیں جاسکتے معراج کے رموز و اسرار آنحضرت (ص) جانتے ہیں یا وہ آگئی رکھتے ہیں کہ جو من عندہ علم الکتاب کا مصداق ہیں یعنی کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب معراج کے مقدمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت حضرت پیغمبر خدا

(ص) مافوق طہیت بشریہ ہے۔ بلکہ آپ کی طہیت پاک قیاس سے بھی بالاتر ہے۔ اس وجود مبارک کا تعلق مقام لاہوت سے ہے کہ خداوند عالم نے اس کو لباس بشری میں مبعوث کیا ہے تاکہ راہبری کر سکے۔ جیسا کہ اکثر و بیشتر جناب جبرئیل امین لباس بشری میں آنحضرت (ص) کی خدمت میں آیا کرتے تھے روایت میں ہے کہ آپ بصورت وحیہ کلبی تشریف لائے تھے (ولو جعلناہ ملاک لجعلناہ رجلاً و للبسنہ علیہم ما یلبسون) ○ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۹) یعنی کہ اور اگر ہم فرشتے کو نبی بناتے تو (آخر) اس کو بھی مرد کی صورت میں بناتے اور جو شبہ یہ لوگ کر رہے ہیں وہی شبہ گویا ہم خود ان پر اس وقت بھی اوڑھا دیتے۔

بہر حال جو کچھ آنحضرت (ص) اور آئمہ معصومین کے بارے میں از قسم

معجزات و خوارق عادات بیان کیا گیا ہے وہ بہ نسبت مقامات معراج، زیادہ واقع نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ آنحضرت (ص) کا معراج میں تشریف لے جانا اس قدر بلند تر درجہ رکھتا ہے۔ کہ جس تک نہ کسی ملک کی رسائی ہے اور نہ یہ درجہ کسی دوسرے نبی و مرسل کی ملا ہے معراج تمام معجزات سے بالاتر ہے حقیقت میں جو منکر فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی لوگ منکر معراج ہیں حالانکہ مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ معراج کا انکار کرے کیونکہ معراج پر خود قرآن کریم گواہ ہے معراج کا انکار تکذیب قرآن ہے۔ اور اگر کوئی اس امر کا معتقد ہو کہ آنحضرت کو روحانی معراج ہوئی تو ایسا اعتقاد باطل ہے کیونکہ خواب میں انسان خواہ کتنی ہی پرواز کرے مگر وہ قاب قوسین او ادنیٰ تک نہیں پہنچ سکتا حالانکہ آنحضرت (ص) کا مقام معراج قاب قوسین اور ادنیٰ پر ختم ہوتا ہے پس معراج جسمانی ضروریات اسلام سے ہے اور اس کا منکر بمنزلہ کافر ہے اگرچہ وہ اسلام کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو۔ احاطہ واقعہ معراج حضور سرور کائنات کے علم تک محدود ہے اور یہ واقعہ آپ کو تمام انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اور ملا مکہ مقربین پر فوقیت ثابت کرتا ہے۔ اور یہ خداوند عالم کی قدرت کاملہ کو ظاہر کرتا ہے پس معراج یہ ظاہر کرتی ہے کہ ارشاد ہی ہے نزھونا عن الربوبۃ وقولوا فینا ما شئتم ولن تبلغوا یعنی کہ ہمیں مقام ربوبیت کے تحت رکھو اور پھر جو درجہ چاہو ہمیں دو۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ نہیں ہیں مظہر صفات الہیہ ہیں بہر حال معراج کے بارے میں اس قسم کی ایراد کہ روحانی معراج تھی سرا سر غلط اور منافی ایمان ہے۔ جو کچھ آنحضرت (ص) نے سفر معراج کے متعلق ارشاد فرمایا وہ من و عن سچ اور حق پر مبنی ہے اور سب کو اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے ولن تبلغوا کہ تم اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے بلکہ یہ کلمہ واقع کو بیان کرتا ہے لیکن اس واقعہ بیانی

میں اپنے خیالات کو دخیل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جو کچھ خدا و رسول ﷺ نے بیان فرمایا ”کافی ہے مرحوم وفای نے کیا خوب کہا ہے:

یہ ہر صفت کہ خواہش بود مقام پست او نظریہ لا مکان نمابہ بین

مقام حیدرا

یعنی کہ (یہ ذوات مقدسہ) خداوند تعالیٰ کی ہر صفت میں اس سے پست تر مقام رکھتے ہیں کیونکہ اصل اور مظہر میں فرق ہوتا ہے۔ ذوالامکان کی طرف نظر کرو یعنی کہ قاب قوسین او ادنیٰ پر نظر کرو کہ پردہ سے کس کی آواز (کس لہجہ کی آواز) آرہی تھی۔ گویا وہ مقام علی ابن ابی طالب ہے۔ اس لئے کہ ذات خداوند عالم لا محدود ذات ہے اس کے لئے حد بندی کیسی؟

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام شریک خدا نہیں ہیں البتہ یہ ذوات مقدسہ بغیر ارادہ خداوندی کوئی کام نہیں کرتے۔ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ہم بامرہ ”معملون“ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۷)

یہ لوگ (خدا کے) معزز بندے ہیں۔ یہ لوگ اس کے سامنے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور یہ لوگ اسی کے حکم پر چلتے ہیں جب فرشتوں کا یہ عالم ہے تو پھر جو ذوات مقدسہ (یعنی حضرات محمد و آل محمد) کہ جو سرداران ملک ہیں وہ اس شان سے مطیع خداوند عالم ہیں کہ ان کا قول فعل خدا کے حکم کے تحت اور یہ ہی عقیدہ صحیح ہے کہ جو غالیوں اور قالیوں سے جدا گانہ ہے و شیعتا النمط الاوسط کہ ہمارے شیعوں کے عقائد نہ حد سے زیاد ہیں اور نہ کم بلکہ حد اوسط پر ہیں اور ایک ہی دستور سے برقرار ہیں مقصد یہ ہے کہ شیعہ وہ ہے کہ جو ائمہ اہل بیت کو نبی نہ سمجھے اور آنحضرت (ص) کو خدا نہ سمجھے بلکہ خدا سے نیچے اور عام انسانوں سے بلند تر سمجھے۔ اور (یہ اسی صورت میں حد اوسط پیدا ہو سکتی ہے کہ ان کے بارے میں نہ غلو ہو اور نہ تقصیر غالی اور

مقصر دونوں ہی باطل پر ہیں) اور منکریں فضائل حیران و پریشان ہیں ان کے دل و دماغ پر گندہ ہیں درحقیقت یہ لوگ کوتاہ نظر ہیں ان پر جمود طاری ہے اور عالم امکان کے سادات اور جہان ہستی کے شہریاروں سے رشک و حد کرتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ حضرات محمد و آل محمد ہم جیسے بشر ہیں گویا کہ یہ لوگ خداوند عالم کو ہی نہیں سمجھتے اس لئے کہ خدا کی قدرت کے منکر ہیں ورنہ خداوند عالم جسے چاہے درجہ عظیم عطا کرے لیکن اگر کسی کا دل ہی سیاہ ہو تو وہ معرفت محمد و آل محمد کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے لوگ مالک دوزخ کی سپردگی میں چلے گئے ہیں۔

بگذار تا بماندور عین خود پرستی
حضرات معصومین علیہم السلام کے تین مقام ہیں
 مقام حق

اول یہ کہ تمام فرشتے ان حضرات کے حکم کے تابع ہیں۔ ان کے خادم ہیں۔ یہ بزرگوار ارادہ خداوند تعالیٰ کے مظہر ہیں ان کا ارادہ ارادہ الہی پر منحصر ہے اور ان کی قدرت اور ان کے اختیارات اس قدر ہیں کہ کوئی مخلوق ان کی سلطنت کبری ولایت عظمیٰ کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ سب ہی نے ان کی ولایت کا اقرار کیا ہے حقیقت تو یہی ہے کہ انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین بھی حضرات محمد و آل محمد (ص) ولایت کلیہ سے بے خبر ہیں۔ چنانچہ خود ارشاد فرمایا ہے (لنا مع اللہ حالات لا یحتملھا ملک مقرب والا نبی و مرسل ولا مومن اعن اللہ قلبہ لا ایمان)

اس مقام پر سلیمی نے کیا خوب نظم کیا ہے :

شمنشی کہ نیست درجانیان مثال وی مثال ایزدی بود بدوں شک جمال وی
 کمال او کمال حق کمال حق کمال وی نمینوان نظر کنی الا تو بر جلال وی

نہ چشم پر غبار خود تو پاک کن غبارھا
انہیں تمام عوالم میں حکمرانی حاصل ہے اس کی (یعنی کہ خدا کی مثال اور
بلاشبک و شبہ ان کا جمال مبارک۔ یعنی کہ ان کی سیرت پاک خدا کی لطف و
کرم کی آئینہ دار ہے کیونکہ ان کا کمال حق ہے اور کمال حق ان کا کمال
ہے۔ تو نظر نہیں کر سکتا۔ سوائے ان کے جلال کے اے انسان تو اپنی چشم پر
غبار سے غبار دور کر یعنی کہ تو عارف محمد و آل محمد (ص) بن سکے اور ان
ذوات مقدسہ میں اللہ کی قدرت کا جلوہ نظر آئے۔

دوم مقام ملکی : حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کا ایک یہ مقام بھی
ہے کہ یہ مثل فرشتگان اپنی لطافت جسمانی اور سبکباری کی بنا پر آسمانوں کی سیر
کرتے ہیں۔ اور طے الارض فرماتے ہیں اور سخت سے سخت اجسام والی
چیزیں ان کے لئے نرم ہیں بندشیں دور ہیں یہ آہنی دیواروں سے گزریں تو
ان کے جسموں پر خراش تک نہ آسکے گی۔

سوم۔ مقام بشری : ہے کہ یہ صورت میں ہم جیسے بشر ہیں کھاتے ہیں
رہتے ہیں۔ ازدواج کرتے ہیں آرام و استراحت کرتے ہیں اور جب تک کہ
یہ اجازت نہ دیں زہر و حربہ اثر نہیں کرتا ہے لیکن جب اجازت دے دیں تو
ہر ایک ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے اپنے ایک خط معاویہ ابن ابو
سفیان کو تحریر فرمایا ہے ولولا ما نھی اللہ من تزکیہ المرء لنفسہ لذكر ذاکر
فضائل جنتہ تعرفھا قلوب المومنین ولا تجمھا اذان السامعین فذرع عنک من
مالت بہ المرئیۃ فانا ضائع رزنا والخلق بعد ضائع لنا قدیم عزنا ولا عادی طولنا ان
للم نمنھا

خلطناکم بانفسنا فنکفنا واسکفنا فعل الا اکفاء ولستم هناک (یعنی کہ خداوند تعالیٰ نے آدمی کو (اپنی تعریف کرنے سے یعنی) منع فرمایا ہے تو ذاکر (راقم الحروف) ان کثیر التعداد فضائل کا ذکر کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان ان کی کثرت کی تاب نہیں لا سکتے۔ لہذا ان (شکاریوں) کا ذکر چھوڑ۔ جن کا تیر خطا گیا جو (بد حواسی میں) شکار کے پیچھے دوڑ پڑے کیونکہ ہم تو اپنے رب کے زیر احسان ہیں اور ہمارے بعد تمام لوگ ہمارے ممنون احسان تمہاری قوم پر ہماری قدیمی بالادستی اور جانی پہچانی برتری کو ان باتوں نے ہم سے روک لیا۔ نہیں جو ہم نے تمہیں اپنوں میں شامل کر لیا۔ پھر آپس میں بیاہ شادیاں کر کے تم سے ہمسروں کا سا سلوک کیا۔ حالانکہ تم لوگ اس مقام پر نہ تھے اور اب وہ کھویا ہوا مقام تمہیں کہاں سے حاصل ہو گا۔

محترم قارئین کتاب اس مختصر جملہ کو دقیق مطالعہ سے نوازا جائے۔ کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ذات اقدس مبالغہ اور لاف و گزاف (ناموزوں) باتوں سے پاک ہے۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ جو روشن و ظاہر ہے۔ بالآخر خداوند تعالیٰ نے معراج میں اپنے حبیب پیغمبر اسلام کو اسرار و رازہائے پوشیدہ دکھائے اور آنحضرت نے اپنی چشم ہاء مبارک سے مشاہدہ فرمایا علم الیقین پہلے ہی سے حاصل تھا چونکہ آپ ﷺ کا علم علم الدینی وہی ہے خداوند عالم نے براہ راست علم عطا فرمایا ہے پس حق الیقین حاصل تھا معراج میں عین الیقین کا درجہ لامتناہی حاصل ہوا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے وما کان اللہ یطلقکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹) یعنی کہ اور خدا ایسا بھی نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی باتیں بتانے کے لئے چن لیتا ہے۔ یہ بھی قرآن مجید میں

ارشاد ہوا ہے عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احداً ○ الا من ارتضیٰ من رسول (سورۃ الجن آیت نمبر ۷) یعنی کہ وہی غیب داں ہے اور اپنی غیب کی بات ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو پسند فرمائے۔ البتہ خداوند متعال نے اس وقت کہ جب آنحضرتؐ کے نور مبارک کو خلق فرمایا ہے اور واقعہ معراج اس غیب دانی کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے کہ جس کا مشاہدہ معراج میں ہوا۔ یہ مرآت اور مقام آئینہ ہے۔ لیکن تفسیر لقاء رب کے بارے میں ایسا ہے کہ لقاء رب سے مراد لقاء رحمت رب ہے۔ کے بارے میں کہ عربی کلام میں کثیر الاستعمال ہے خصوصاً قرآن کریم میں بکثرت وارد ہوا ہے و جا ربک والملك صفا صفا وجاء الربک اور لقاء رب سے لقاء حضرت رسول خدا (ص) مراد ہے۔ اور ایسا سمجھنا نہایت مناسب ہے کہ رحمت خدا اور رحمۃ العالمین اور وجہ اللہ الباقي وجود آنحضرت (ص) لیے کہ آنحضرت (ص) ہی سبب معرفت خدائے ذوالجلال والاکرام ہیں جس نے آنحضرت (ص) کی زیارت کی اس نے حق کی زیارت کی ارشاد فرمایا ہے یعنی کہ من رانی فقد رای الحق اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس کسی نے روز عاشوراء محرم حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کی کربلا میں زیارت کی ایسا ہے جیسے کہ خداوند تعالیٰ کی زیارت کی فقد زار اللہ فوق عرشہ اور ایسا ہی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی زیارت کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ (آنحضرت اور امامین کی زیارت سے ان کے مشاہد مقدسہ مراد ہیں) پس اگر کسی شخص کی یہ خواہش کہ وہ بہشت بریں میں حوض کوثر کے کنارے حضرت رسول خدا (ص) اور حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی زیارت کرے تو اسے چاہیے کہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک . عبادۃ ربہ احداً ○ البتہ دیدار خداوند عالم (زیارت خداوند عالم اپنی آنکھوں سے) مجلّا ہے یعنی کہ ممکن نہیں ہے کہ وہ چشم یا سرہ سے نظر آئے۔

زندگی و مرگ

الناس موتی و اهل العلم احياء
(ارشاد حضرت امیر المومنین)

عام لوگوں کے نزدیک حیات عادی اور جس حرکت جسمانی کا ظاہری نام زندگی ہے اور اس کے برعکس موت ہے کہ اعضاء و جوارح بے جان سو جاتے ہیں اور جسم خاکی متغیر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ جاندار کو زندہ اور بے جان کو مردہ کہتے ہیں لیکن زبان قرآن و حدیث اور دینی رو سے حیات و موت کا مفہوم جداگانہ ہے۔ یہ زندگی و موت مجازی ہے لیکن فی الواقع یہ ایک قسم کا تغیر و تبدل ہے کہ جو صورت اور لباس سے مربوط ہے اس کے علاوہ مثلاً مردن یعنی کہ موت رخت ناسوتی کا کھودینا ہے یعنی کہ اس کا پوشیدہ لباس ”برزخ“ ہے کہ جہان وہ جسم مثالی میں رہتا ہے اس وقت تک کہ قیامت برپا ہوا اور حساب و کتاب کے بعد وہ اپنی دائمی مستقر میں داخل ہوتا ہے قرآن مجید کی آیت میں ارشاد ہوا ہے

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

(یعنی کہ تم کیونکر خدا کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم (ماؤں کے پیٹ میں) بے جان تھے تو اسی نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو (دوبارہ قیامت میں) زندہ کرے گا) پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے

مرگ مطلق یعنی کہ عدم کہ اس جہان کے پیدا ہونے سے قبل اور اس وقت کہ موجودات نے عرصہ وجود میں قدم رکھا۔ اور لباس حیات اختیار کیا۔ یہی زندگی ہے حتیٰ کہ جمادات اور بغیر روح جسم (مردہ) یہ دونوں چیزیں زندگی میں

شمار ہوتی ہیں یعنی کہ ایک حیثیت سے جمادات میں بھی حیات ہے اور مردے کے جسم میں بھی حیات مضمحل ہے جو محسوس نہیں ہوتی۔

اور باصطلاح دیگر مخلوقات نہ اپنے ارادہ سے متحرک ہوتی ہے۔ زندہ متصور ہوتی ہے اور دوسری چیزیں کہ جو علاوہ ازیں ہیں اگرچہ دائرہ حیوانی میں ہیں زندگانی گزار رہے ہیں لیکن بمنزلہ مرگ میں یعنی کہ مردہ ہیں۔ یہاں تک کہ کیڑے کی جو چشم نہیں رکھتے نہ گوش (کان) رکھتے ہیں صرف بہ سبب حس لامسہ اپنی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں اس اصطلاح کے لحاظ سے زندہ ہیں۔ لیکن نباتات و جمادات جزوا مردوں میں شمار ہوتی ہے لیکن واقعی زندگی حیات آدمیت ہے اور حقیقی طور پر انسان کامل زندہ ہے اور اگر زندگی کی خواہش ہے تو کھنا پڑے گا کہ زندگی علم و حکمت ہے یعنی کہ اگر کوئی شخص علم و حکمت سے آراستہ ہے تو حقیقت میں وہ زندہ ہے ورنہ جہالت دلیل مردگی

ہے حیوان مطلق و جاہل میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ موت اصل میں اخلاق کا نہ ہونا ہے چنانچہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے فرمایا (الناس موتی و اهل العلم احياء) کہ تمام انسان بمنزلہ مردہ ہیں اور اہل علم زندہ ہیں اس اعتبار سے اہل علم زندہ آدمیت زندہ معرفت ہیں اور ابدی زندہ کھلانے کے مستحق ہیں اس شان سے کہ حیات ظاہری میں بھی اور رشتہ حیات منقطع ہونے کے بعد زندہ کھلاتے ہیں فی الواقع آدمیت وہ جو ہر ہے کہ جو مبدع و معاد دونوں میں نمایاں ہوتا ہے اور مفید آخرت متصور ہوتا ہے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ وہ عملاً آدمیت کے جوہر کو غبار آلودہ نہ ہونے دے بلکہ اس کو تابدار رکھے آدمیت ایک نور ہے کہ جو ظلمت کدہ دنیا میں روشن دنیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جانور تک اپنی بساط کے مطابق تاریک شب میں کامل بینائی رکھتے ہیں بھیڑیا کافی دور سے بھیڑ بکریوں کی خوشبو سونگھ لیتا ہے بلی

بذات خود ہوش تر ہوتی ہے۔ اور مکھی ان تمام چیزوں سے زیادہ حساس ہوتا ہے پس وہ ہی شخص صحیح طور پر آدمی ہے کہ جو حواس باطنیہ رکھتا ہے حقائق کا ادراک کرتا ہے معنوی طور پر کائنات کو دیکھ کر خالق کائنات کو تسلیم کرتا ہے۔ اور مقامات معنوی کی سیر کرتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو اس میں آدمیت کا فقدان ہے گویا کہ وہ مادر زاد اندھا ہے (لحم قلوب لا یفقہون ولحم اعین لا یبصرون بھا ولحم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل هم اضل (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۹) اور ان کے دل تو ہیں مگر قصداً ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے ہیں نہیں۔ ان کے کان میں مگر ان سے سنتے ہی نہیں خلاصہ یہ ہے کہ ایسے لوگ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں) شرافت کا انحصار آدمیت پر یہ کہ اس کا ہر عمل حکمت آموز ہو اور قرآن مجید کی رو سے زندہ وہ ہے کہ اس کی زبان سے ناخوشگوار الفاظ ادا نہ ہوں کہ کسی دوسرے شخص کے لئے تکلیف کا باعث ہوں۔ یعنی کہ پھر وہ انسان ایسا ہے کہ اس کا دل اس کی بینائی اس کی قوت سامعہ سب صحت مند اور اس کی آدمیت دوسروں کے لئے بھی مشعل راہ انسانیت ہے۔ ان فی ذالک لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید ○ (سورۃ ق آیت نمبر ۳۶) (یعنی کہ اس میں شک نہیں کہ نہ جو شخص (قلب آگاہ) رکھتا ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے سننا ہے اس کے لئے اس میں کافی نصیحت ہے) اگر کسی شخص میں یہ حواس بیدار نہیں ہے یعنی دل و چشم و گوش سے صحیح کام نہیں لیتا تو بے شک وہ اگرچہ بظاہر زندہ ہے لیکن حقیقت میں مردہ کہلانے کا مستحق ہے چنانچہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الھم الھدعا (سورۃ الروم آیت نمبر ۵۲) (یعنی کہ) (اے رسول) تم تو اپنی آواز نہ مردوں کو سنا سکتے ہو اور نہ ہرے لوگوں کو سنا سکتے ہو) (مگر میرے حکم سے)

اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ وما انت سمع من فی القبور ○ (سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۲) اور (اے رسول) جو (کفار مردوں کی طرح) قبروں میں ہیں ان کو تم اپنی باتیں سمجھا نہیں سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ کہ جو دل و دماغ چشم و گوش سے صحیح کام لیتے ہیں وہ یقیناً زندہ ہیں بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے والا تحسن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون ○ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹) (اور جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیے گئے۔ انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں (اسی لئے ان کو شہید کہتے ہیں) حقیقتاً موت کے بعد جو عالم ہے وہ حقیقی جہان زندگی ہے۔ وان لاخرة لھی الیوان (سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۹) (یعنی کہ اگر یہ لوگ سمجھ سے کام لیں تو اس میں شک نہیں کہ ابدی زندگی (کی جگہ) تو بس آخرت کا گھر ہے۔ خداوند عالم نے سورت الفجر آیت ۲۳ میں کفار کا قول نقل فرمایا ہے کہ یقول یا ستستی قدمت لیماقی یعنی کہ کافر کے گاکہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے واسطے کچھ پہلے بھیجا ہوتا۔ دیدہ بصیرت کھلی تو مرنے کے بعد کہ جب اس جہان وسیع کو دیکھا کہ جہاں اپنے کوئی کام نہیں آسکتا تو از خود ندامت محسوس کرنے لگا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ دنیا بالمقابل آخرت مومن کے لئے زندان (قید خانہ) ہے اس دنیا میں جو کچھ کاشت کرے گا وہی آخرت میں پالے گا ایسے لوگ جو اپنی آخرت وعاقبت کے لیے کوئی نیک عمل نہیں کرتے اگرچہ وہ زندہ ہیں لیکن حقیقت میں مردہ ہیں اس کے برعکس وہ زندہ ہیں کہ جو اس دنیا میں نیک عمل کرتے ہیں سورت یسن آیت ۶۹ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے لینذر من کان حیا ان هو الاذکر وقرآن مبین یعنی کہ یہ کتاب تو بس نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے کہ جو شخص اپنے پہلو دل حساس رکھتا ہے رسول

کی نصیحت کو سنتا اور اس پر عمل کرتا ہے وہ زندہ ہے اور اس کے برعکس مردہ جو لشکر میں خداوندی میں شامل ہیں وہ ہمہ وقت زندہ ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سقراط سے کسی نے سوال کیا کہ موت کے بارے میں کیا خیال ہے اس نے جواباً کہا اے بے خبر زندگی کو کس لئے موت کہتا ہے مقصد یہ ہے کہ مرنے کے بعد تو ہوش ہی ہوش ہے اور اس دنیا میں اگر انسان موت سے بے خبر ہے تو بے خبری ہے گویا کہ یہ ہی اصل میں موت ہے پس لوگوں کو چاہیے کہ تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہوں فانھلا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور (سورت حج آیت ۴۶) یعنی آنکھیں نہیں بلکہ دل جو اندھے ہو جایا کرتے ہیں مقصد یہ کہ چشم بصیرت سے گویا کام نہیں لیتے پس آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور دل تنگ ہیں ارشاد ہوا ہے (اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے پھر کر راہ پر

لا سکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ بندہ کے لیے چار آنکھیں ہیں دو آنکھیں کہ جن سے وہ اپنی دنیا اور دین کو دیکھتا ہے یا آنکھوں کے علاوہ دو اور ہیں کہ جن سے جو یہ آخرت کو دیکھتا ہے پس اگر خداوند تعالیٰ اپنے بندے کے لئے خیر چاہتا ہے تو وہ ان آنکھوں کو کھولتا ہے اور یہ دونوں آنکھیں دیدہ دل کھلاتی ہیں پس وہ ان دونوں آنکھوں سے کہ جو معنی میں غیب کو دیکھتا ہے اور اپنے امر کو جو آخرت کے لیے مفید ہے انجام دیتا ہے اور جب کبھی خیر نہیں چاہتا تو وہ شخص اپنی خواہشات کا پابند سمجھتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ نے بھی فرمایا ہے کہ ہمارے شیعہ چار آنکھیں رکھتے ہیں دو آنکھیں ہی کہ دو آنکھیں تو یہی ہیں اور دو آنکھیں دل میں ہیں (یعنی کہ چشم بصیرت) جاننا چاہیے کہ تمام مخلوقات اسی طور پر ہے سوائے یہ کہ خدا عزوجل تمہاری آنکھیں کھلی رکھے اور دوسرے لوگوں کی آنکھوں کو بند

رکھے یعنی کہ باطن کور چشم ہیں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ کور یعنی کہ اندھا آدمی کور دل ہے (یعنی کہ دل کا اندھا بھی ہے) مقصد یہ کہ چشم بصیرت سے کام نہیں لیتا دل سے غور نہیں کرتا پس وہ شخص کور دل ہے پھر امام علیہ السلام نے آیہ مجیدہ تلاوت فرمائی؟ یعنی کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینے میں ہیں وہی اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ واقعاً اگر کسی کے دیدہ دل اندھے ہو جائیں اور اس کا دل صحیح نہ رہے تو پھر ایسی صورت میں اس کا دل خانہ خداوند تعالیٰ کیونکر سنتا ہے قلب پاک بیشک خانہ خدا ہے اور اگر قلب ہی میں خداوند عالم کا جلوہ نہیں ہے یعنی کہ نہ خوف خدا ہے نہ محبت خدا تو پھر دل مسکن شیطان ہے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے ان فی ذالک لذکرى لمن کان له قلب (سورت ق آیت ۳۷) یعنی کہ اس میں شک نہیں کہ جو شخص (آگاہ) دل رکھتا ہے واقعاً اس کا دل زندہ ہے اور خانہ خدا ہے لیکن اگر وہ خدا کو نہیں پہچانتا تو دل بے شک مردہ ہے یعنی کہ چشم بصیرت کور ہے۔ خداوند عالم نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها (سورت محمد آیت ۲۴) یعنی کہ تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ دو اور دو دروازے ہیں ایک برائے فرشتگان اور دوسرا برائے ملکوت سفلی کے لئے ہے یعنی برائے شیاطین ہے اور جب کبھی ایک دروازہ کھلتا ہے تو دوسرا بند ہو جاتا ہے اور جب کبھی دروازہ ملکوتی کھلتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ انسان اس وقت انتہائی خوشی کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور خلوص کے ساتھ خداوند تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کا ذکر خیر کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے کہ شیطان کو اس سے دور رکھے اس کے اغوا کرنے سے محفوظ رکھے اور جب دوسرا دروازہ کھلتا ہے تو خواہشات نفسانی غالب آجاتی ہیں یاد

خدا سے انسان غافل ہو جاتا ہے گویا کہ دل مردہ ہو جاتا ہے اگر دل شیاطین سے پاک ہے تو انسان کبر و نخوت و بخل سے محفوظ رہتا ہے چاہے کہ ہر شخص اپنے دل کو ان چیزوں سے محفوظ رکھے جو نواہی خدا ہیں اور ان چیزوں کو اپنے دل میں جگہ دے کہ جو اوامر اللہ ہیں نافرمانیوں پہنچا اور اوامر خدا پر عمل کرنا ہی آدمیت ہے

والسلام علی من اتبع الهدی

الحاج میرزا حسن الاحقاقی الحائری

رجب ۱۳۹۰ھ

نامہ آدمیت جلد دوم کا ترجمہ بندہ درگاہ مرتضوی السید محمد ابوالحسن بن السید نذر حسین شاہ الموسوی المشہدی کے ہاتھوں اختتام کو پہنچا

بوقت :	۱۰ بج کر ۳۶ منٹ شب
بتاریخ :	۴ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ
بمقام :	دار التبلیغ البعفریہ اسلام آباد (پاکستان)

الحمد للہ رب العالمین

والصلوة والسلام علی محمد وآلہ الطاہرین

فهرست

1	عرض
6	آدمیت
11	زندگی جاویدان
16	تزکیه نفس
22	سه موجود نامحدود یا سه کتاب مبین
24	کتاب آفاق یا جهان تکوین
25	کتاب صامت یا قرآن مجید
27	قرآن ناطق یا امیرالمومنین
30	ایمان و یقین
34	ذکر
39	دانش
43	دو دشمن
46	اصلاح نفس
48	قلب جهان هستی
53	هم آهنگی

57	کلمات اللہ
65	سعید و شقی
72	بزرگ اور بزرگوار کون ہے
78	دنیا کافر کیلئے جنت اور مومن کیلئے قید خانہ ہے
86	صبر و بردباری
90	غواصی در اقیانوسی خلقت
94	بعثت
99	استقامت
103	معراج
116	زندگی و مرگ

عالم شہاد

اور معظومین صلوات اللہ علیہم اجمعین

تالیف

حجت الاسلام علامہ آغا السید محمد ابوالحسن الموسوی الشہدی

دار التبلیغ الجعفریہ

پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵
اسلام آباد، پاکستان

وَيُزِيدُ اللَّهُ إِيَّاهُ حَقَّ الْحَقِّ بِكَلِمَةٍ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ
 بِإِذْنِ الْحَقِّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ

اتِّحَادُ الْحَقِّ وَ إِبْطَالُ الْبَاطِلِ

مذہبِ اہل حق و حقیقت کے خلاف اُلٹی گئی طبِ اغوی افکار پر مبنی مسموم کتاب، اصلاحِ رسومِ انطاہر
 کے مخالفوں اور مشغولِ بکفری نظرِ حرم مقدسِ شیعہ کی نظرِ غائی حدود کی پاسداری کیلئے مجاہدہ کاوش

افاداتِ عالیہ

سرکارِ حجۃ الاسلام والمسلمین سید العلماء و الشکلیں فخر المحققین

العلامة المجاہد السيد محمد الواحسان الموسوی الشهیدی دام ظلہ العالی علی رؤس المؤمنین